اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَادِرِ ذِى الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ ○ اَلَّذِى اَرسَلَ الاَنْبِيَآءِ بِالْهِدَايَةِ وَالتَّلقِيْنِ ○ وَوَلَّى الْاَوْلِيَآءِ لِاِحْيَاءِ الدِّيْنِ وَاَظْهَرَ الْمُعجِزَاتِ وَالْكَرَامَاتِ بِاَيْدِيْهِمْ تَنْبِيْهًا لِلْمُنكِرِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا الْكَونَيْنِ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ غَيَاثِ الدَّارَيْنِ وَمُغِيْثِ الْمَلْوَيْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا عَظِيْمِ الاٰبَاءِ مِنْ سَيِّدِنَا آدَمَ اِلٰى سَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَرِيْمِ الْاُمَّهَاتِ مِنْ سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ حَوَّاءَ اِلٰى سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ آمِنَةِ وَسَيِّدَتِنَا حَلِيْمَةِ بِعَدَدِ كُلِّ مَعلُوْمٍ لَّكَ يَا عَلِيْمُ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَاَهلِ بَيتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِه وَاَوْلَادِهٖ سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ وَسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ وَسَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَسَيِّدِنَا زَيْدٍ وَّعَمَّاتِهٖ وَبَنَاتِهٖ سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَا اُمِّ مَوْلَانَا الْاِمَامِ الْحَسَنِ وَاُمِّ مَوْلَانَا الْاِمَامِ الْحُسَيْنِ وَسَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ زَيْنَبَ وَسَيِّدَتِنَا رُقَيَّةِ وَسَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ اُمِّ كُلْثُوْمِ وَسَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ زَيْنَبَ فِى كُلِّ لَمْحَةٍ وَنَفْسٍ عَدَدَ مَا وَسِعَةَ عِلْمُ اللّٰهِ۔ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُراٰنِ الْکَرِیْمِ بُرْھَانِ الرَّشِیْدِ فُرْقَانِ الْمَجِیْدِ نُورٌ مُّبِیْنِ ذِکْرِ الْعَظِیْمِ:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُراٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُ ؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (پارہ نمبر 15 سبحٰن الذیؔ، سورۃ بنیؔ اسرآئیل، آیت 82) صدق اللہ العظیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے اپنے مضمون کا آغاز قرآنِ کریم میں سے پارہ نمبر 15 کی سورۃ بنی اسرائیل / الاسراء کی ایک آیتِ مبارکہ سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ پہلی الہامی کتابوں کی نسبت قرآنِ کریم میں کیا خوبیاں ہیں۔ میں نے جس آیت سے آغاز کرنے کی کوشش کی اُس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآن میں شفاء صرف مومنوں کے لیے ہے۔ اور جو کوئی بھی اس کے ساتھ عدل وانصاف نہ کرے اور جو کوئی بھی اس کا ترجمہ فی الواقع وہ بیان نہ کرے گا، قرآن میں اُس شخص کے لیے سوائے خسارے کے اور کچھ بھی نہیں۔ قرآن کریم اس کے لیے شفاء نہیں ہو گا بلکہ اس کے حق میں نقصان دے گا۔ جس طرح کے خود قرآنِ کریم میں اس بات کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 26 میں آتا ہے:

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا ۙ وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ؕ۔ اور بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 26)

اگر اِن دونوں آیات کو اکٹھا دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقانِ حمید سے بہت سے لوگوں کو ہدایتِ کامل ملتی ہے اور وہ جب مومن کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کے لیے یہی قرآنِ مجید شفاء کا کام دیتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کا اصل مطلب نہیں سمجھ پاتے اور اس میں منشائے ربِّ تعالیٰ ڈھونڈنے کی بجائے اپنی مرضی تلاش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے قرآن میں خسارے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ وہ اسی کتاب اللہ سے بہک جاتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَات فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا۔ فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ : كَيْفَ يَنْفُثُ؟ قَالَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ۔متفق علیہ وھذا لفظ البخاري۔ (اخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الطب، باب: الرقى بالقرآن والمعوذات، ٥/٥٦١٢، الرقم: ٣٠٤٥، وفي باب: في المراة ترقي الرجل، ٥/٥٧١٢، الرقم: ٩١٤٥، ومسلم في الصحيح، كتاب : الاسلام، باب: رقية المريض، ٤/٣٢٧١، الرقم: ٢٩١٢، وابن ماجة في السنن، كتاب : الطب، باب: ما يدعو به اذا أوى الى فراشه، ٢/٥٧٢١، الرقم: ٥٧٨٣،

والنسائی في السنن الكبرى، ۴/۵۵۲، الرقم: ۶۸۰۷، ومالک في الموطأ، ۲/۲۴۹، الرقم: ۷۸۶۱، وأحمد بن حنبل في المسند، ۶/۴۱۱، الرقم: ۲۶۳۶۲،۲۵۷۸۴، وابن حبان في الصحيح، ۷/۰۳۲، الرقم: ۳۶۹۲، وعبد بن حميد في المسند، ۱/۹۲۴، الرقم: ۴۷۴۱)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس مرض میں جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے، جب تکلیف زیادہ ہو گئی تو میں یہی سورتیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہل وآلہ وسلم پر دم کرتی تھی اور بابرکت ہونے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (اپنا) دست اقدس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھیرا کرتیں۔ میں (معمر) نے (ماما ابن شہاب) زہری سے پوچھا کہ آپ دم کس طرح کیا کرتے تھے؟ فرمایا: سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیا کرتے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ، نَفَثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ. جَعَلْتُ أَ نْفَثُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُهُ بِيَدِ نَفْسِهِ. لِأَنَّهَا كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْ يَدِي.وفي رواية: بِمُعَوِّذَاتٍ. متفق عليه وهذا لفظ مسلم. (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: فضائل القرآن، باب: فضل المعوذات، ۴/۶۱۹۱، الرقم: ۸۲۷۴، ومسلم في الصحيح، كتاب: الاسلام، باب: رقية المريض بالمعوذات والنفث، ۴/۳۲۷۱، الرقم: ۲۹۱۲، وأبو داود في السنن، كتاب : الطب، باب: كيف رقى، ۴/۵۱، الرقم: ۲۰۹۳، وابن ماجه في السنن، كتاب : الطب، باب: النفث في الرقية، ۲/۶۶۱۱، الرقم: ۹۲۵۳، والنسائی في السنن الكبرى، ۶/۰۵۲، الرقم: ۷۴۸۰۱)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر اس پر دم کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرضِ وصال میں مبتلا تھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھیرتی، کیونکہ آپ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی اور ایک روایت میں بِمُعَوِّذات کے الفاظ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِه نَفَثَ فِي كَفَّيْه. (بِقُلْ هوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)وَبِالْمُعَوَّذَتَيْنِ جَمِيْعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاه مِنْ جَسَدِه، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَالِکَ بِه. رواه البخاری. (أخرجه البخاری في الصحيح، كتاب: الطب، باب: النفث في الرقية، ۵/۹۶۱۲، الرقم: ۶۱۴۵، وابن حبان في الصحيح، ۲۱/۲۵۳، الرقم: ۳۴۵۵، وأحمد بن حنبل في المسند، ۶/۴۵۱، الرقم: ۹۴۲۵۲، والحكيم الترمذي في نوادر الأصول، ۳/۳۱۲)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو "سورۃ اخلاص"، "سورۃ الفلق" اور "سورۃ الناس" پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے پھر انہیں اپنے چہرہ انور پر ملتے اور جہاں تک جسم اطہر تک ہاتھ پہنچتے وہاں

تک ہاتھ پھیرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو (نقاہت کی بنا پر خود ایسا نہ کر سکنے کے باعث) مجھے اپنے جسم پر (معوذات پڑھ کر) ہاتھ پھیرنے کا حکم فرمایا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی ا الله عنه قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى ا الله عليه وآله وسلم بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْأَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ يَتَعَوَّذُ (بِأَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) وَيَقُوْلُ: يَا عُقْبَةُ! تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا۔ قَالَ : وَسَمِعْتُه يُؤَمُّنَا بِهِمَا فِي الصَّلَاة۔ رواه أبو داود والبيهقي۔ (أخرجه أبوداود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: في المعوذتين، ۲/۳۷، الرقم: ۳۶۴۱، والبيهقي في السنن الكبرى، ۲/۴۹۲، الرقم: ۶۵۹۳، وَفي شعب الايمان، ۲/۱۱۵، ۷۱۵، الرقم: ۳۶۵۲، ۳۷۵۲، والمنذري في الترغيب والترهيب، ۲/۱۵۲، الرقم: ۳۸۲۲)۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں تیز آندھی اور بہت زیادہ تاریکی نے آگھیرا، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے لگے اور فرماتے جاتے: اے عقبہ! تم بھی ان دونوں کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگو، پس کوئی بھی پناہ مانگنے والا ان کی مثل سورتوں سے پناہ نہیں مانگتا (مگر یہ کہ اسے پناہ دے دی جاتی ہے)۔ اور راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان (سورتوں کی تلاوت) کے ساتھ (بھی) امامت کراتے ہوئے سنا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی ا الله عنه قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى ا الله عليه وآله وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَه عَلَى الْأَرْضِ فَلَدِغَتْه عَقْرَبٌ فَتَنَاوَلَها رَسُول اللهِ صلى ا الله عليه وآله وسلم بِنَعْلِه فَقَتَلَها فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: لَعْنَ اللهُ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَه أَوْ نَبِيًا وَلَا غَيْرَه اِلَّا لَدِغَتْهمْ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَ ايٍ فَجَعَلَه فِي اِنَايٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّه عَلَى اِصْبَعِه حَيْثُ لَدَغَتْه وَيَمْسَحُ ها وَيُعَوِّذُها بِالْمُعَوَّذَتَيْنِ۔ رواه ابن ماجة مختصرا وابن أبي شيبة واللفظ له والبيهقي والطبراني۔ واسناده حسن۔ (أخرجه ابن ماجه عن عائشة رضى ا الله عنها في السنن، كتاب: اقامة الصلاة السنة فيها، باب: ما جاءفي قتل الحية والعقرب في الصلاة، ۱/۵۹۳، الرقم: ۶۴۲۱، وابن أبي شيبة في المصنف، ۵/۴۴، الرقم: ۳۵۵۳۲، والبيهقي في شعب الايمان ۲/۷۱۵، الرقم: ۵۷۵۲، والطبراني في المعجم الأوسط، ۶/۱۹، الرقم: ۹۸۵، وفي المعجم الصغير، ۲/۷۸، الرقم: ۰۳۸، والديلمي في الفردوس بمايثور الخطاب، ۳/۵۶۴، الرقم: ۲۴۴۵، والهيثمي في مجمع الزوائد، ۵/۱۱۱، وقال: اسناده حسن)۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچھو نے ڈس لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے نعلین مبارک سے مار ڈالا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچھو پر اللہ کی لعنت ہو کہ وہ نمازی، غیر نمازی اور نبی اور غیر نبی کسی کو بلا امتیاز ڈسنے سے باز نہیں آتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی اور نمک منگوایا، ان کو ایک برتن میں حل کیا اور پھر اس کو اپنی اس انگلی پر

ڈالنا شروع کر دیا جہاں سے بچھو نے ڈسا تھا اور اس پر دست اقدس پھیرنے لگے اور اس انگلی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معوذتین پڑھ کر دم فرمانے لگے۔

وفي رواية للطبرا ني والبيهقي: رواه ابن فضيل عن مطرف : لَمْ يَذْكُرْ تَنَاوُلَـها بِالْفِعْلِ قَالَ : ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، وَمِلْحٍ وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْها وَيَقْرَأُ : (قُلْ هوَ اللّٰه أَحَدٌ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔ (أخرجه ابن ماجه عن عائشة رضى ا الله عنها ف] السنن، كتاب: اقامة الصلاة السنة فيها، باب : ما جاءفي قتل الحية والعقرب في الصلاة، ۱/۵۹۳، الرقم: ۶۴۲۱، وابن أبي شيبة في المصنف، ۵/۴۴، الرقم: ۳۵۵۳۲، والبيهقي في شعب الايمان ۲/۷۱۵، الرقم: ۵۷۵۲، والطبراني في المعجم الأوسط، ۶/۱۹، الرقم: ۹۸۵، وفي المعجم الصغير، ۲/۷۸، الرقم: ۰۳۸، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، ۳/۵۶۴، الرقم: ۲۴۴۵، والهيثمي في مجمع الزوائد، ۵/۱۱۱، وقال: اسناده حسن)۔

ترجمہ۔ طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ ابن فضیل نے مطرف سے روایت کیا اور انہوں نے حضور نبی اکر م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بچھو کو مار دینے کا ذکر نہیں کیا (صرف اتنا بیان کیا کہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے پانی اور نمک منگوایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انگشت مبارکہ پر اپنا دست اقدس پھیرنا شروع کیا اور ساتھ یہ (سورتیں) بھی پڑھتے جاتے۔ (قُلْ هوَ اللّٰه أَحَدٌ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰه رضى ا الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم: عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ: الْقُرْآنُ، وَالْعَسَلُ۔ رواه الحاكم وابن أبي شيبة والطبراني والبيهقي واللفظ له۔ وقال : رفعه زيد بن الحباب والصحيح موقوف على ابن مسعود۔ وقال الحاكم: هذا حديث الصحيح على شرط مسلم۔ (أخرجه الحاكم، في المستدرک، ۴/۳۲۲، الرقم: ۷۳۴۷، وابن أبي شيبة في المصنف، ۵/۰۶، الرقم: ۹۸۶۳۲،۶/۶۲۱، الرقم: ۹۱۰۰۳، والطبراني في المعجم الكبير، ۹/۲۲۲، الرقم: ۹۷۰۶، والبيهقى في شعب الايمان، ۲/۹۱۵، الرقم: ۱۸۵۲)۔ترجمہ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو: ایک قرآن اور دوسری شہد۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ مَسْعُوْدٍ رضى ا الله عنه قَالَ: فِي الْقُرْآنِ شِفَاءَ انِ: الْقُرْاَنُ وَالْعَسَلُ الْقُرْآنُ شَفَاءٌ لِـمَا فِي الصُّدُورِ وَالْعَسَلُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔ رواه البيهقي وقال : هذا هو الصحيح موقوف۔ (أخرجه البيهقى في السنن الكبرى، ۹/۵۴۳)۔ ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو شفائیں ہیں۔ ان میں سے ایک قرآن (خود) اور دوسری شفاء شہد ہے قرآن مجید سینوں کی تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور شہد دیگر تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ رضى الله عنه: أَنَّ رَجُلًا شَكَى اِلَى رَسُولِ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم وَجْعَ حَلْقِه قَالَ: عَلَيْكَ بِقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ۔ رواه البيهقي۔ (أخرجه البيهقي في شعب الايمان، ۲/۹۱۵، الرقم: ۸۵۲)۔ترجمہ۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے گلے میں تکلیف کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے اوپر قرآن مجید کی تلاوت کو لازم کر لو (گلے کی تکلیف جاتی رہے گی)۔

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مَصْرَفٍ رضی ا الله عنه قَالَ: كَانَ يُقَالُ: اِنَّ الْمَرِيْضَ اِذَا قُرِئَ عِنْدَه الْقُرْآنُ وَجَدَ لَه خِفَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى خَيْثَمَةَ وَهوَ مَرِيْضٌ فَقُلْتُ : اِنِّي أَرَاكَ الْيَومَ صَالِحًا قَالَ : اِنَّه قُرِئَ عِنْدِي الْقُرْآنُ۔ رواه البيهقي۔ (أخرجه البيهقي في شعب الايمان ، ۲/۸۱۵، الرقم: ۹۷۵۲)۔ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا تھا کہ بے شک مریض کے قریب جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ اپنی تکلیف میں افاقہ محسوس کرتا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آج آپ کو درست حالت میں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا ہے (یہ اسی کی برکت سے ہوا ہے)۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی ا الله عنه قَالَ: خَمْسٌ يَذْهبْنَ بِالنِّسْيَانِ وَيَزِدْنَ فِي الْحِفْظَ وَيَذْهبْنَ الْبَلَغَمَ : السِّوَاكُ وَالصِّيَامُ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْعَسْلُ وَاللُّبَانُ۔ رواه الديلمي۔ (أخرجه الديلمي في الفردوس بما ثور الخطاب، ۲/۷۹۱، الرقم: ۷۹۲)۔ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں بھولنے کی بیماری دور کرتی ہیں اور حافظہ میں اضافہ کرتی ہیں اور بلغم کو ختم کرتی ہیں (وہ چیزیں یہ ہیں:) مسواک، روزے، قرآن مجید کی تلاوت، شہد اور دودھ۔

مندرجہ بالا احادیث قرآن کا مومنوں کے لئے شفاء ہونے کے متعلق تھیں۔ قرآنِ کریم کو متقین، مسلمین اور تمام عالمین کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو دیسی گھی کھانے کی عادت نہیں اور بازار کی خراب چیزیں کھاتا ہے تو جب وہ دیسی گھی کھائے گا تو وہ دیسی گھی جس میں بہت سے فائدے ہیں اس کی طبیعت کے خراب ہونے کا باعث بنے گا۔ وہی دیسی گھی جو کہ شفاء ہے اِس شخص کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اِ سے خالص چیزیں کھانے کی عادت نہیں اور خراب چیزوں نے اس کے نظام کو بھی خراب کر دیا ہے۔ اِسی طرح قرآنِ کریم بھی ایک خالص کتاب ا للہ ہے اور اگر کسی کا نظام شیطان کے ساتھ رہ کر اور شیطانی کام کر کے خراب ہو چکا ہو تو یہ قرآن اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر وہ قرآ ن کو اپنی مرضی کے مطابق سمجھنا چاہے تو اِس کے لیے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔ مگر اللہ جسے ہدایت دینا چاہے اُسے ہدایتِ کامل مل جاتی ہے۔ اُس وحدہٗ لاشریک کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں۔ اُن لوگوں کا بیان جنہیں قرآن نفع نہیں دیتا مندرجہ ذیل احادیث میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی ا الله عنه قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ رضی ا الله عنه وَهوَ بِالْيَمَنِ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم بِذُهيْبَةٍ فِي تُرْبَتِها فَقَسَمَها بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي مُجَ اشِعٍ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرِ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّاءِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهانِ فَتَغَيَّظَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوْا : يُعْطِيْه صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا، قَالَ : اِنَّمَا اَتَأَلَّفُهمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، اِتَّقِ اللّٰه، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى ا الله عليه وآله وسلم: فَمَنْ يُطِيْعُ اللّٰه اِذَا عَصَيْتُه فَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَلَا تَأْمَنُوْنِي؟ فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاه خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَه النَّبِيُّ صلى ا الله عليه وآله وسلم (وفي رواية أبى نعيم : فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اتَّقِ اللّٰه، وَاعْدِلْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم: يَأْمَنُنِي أَهْلُ السَّمَاءِ وَلَا تَأْمَنُوْنِي؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : أَضْرِبُ رَقَبَتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه؟ قَالَ نَعَمْ، فَذَهبَ فَوَجَدَه يُصَلِّي، فَجَاءَ النَّبِيَّ صلى ا الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: وَجَدْتُه يُصَلِّي فَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَضْرِبُ رَقَبَتَه؟) فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: اِنَّ مِنْ ضِئْضِيءِ هذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ أَ هْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهمْ لَأَقْتُلَنَّهمْ قَتْلَ عَادٍ۔ متفق عليه۔ وهذا لفظ البخارى۔

(أخرجه البخاری في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب: قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح اليه، ٦/٢٠٧٢، الرقم: ٥٩٩٦، وفي كتاب: الأنبياء، باب: قول الله: وأما عاد فأهكلوا بريح صرصر شديدة عاتية، ٣/٩١٢١، الرقم: ٦٦١٣، ومسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: ذكر الخوارج وصفاتهم، ٢/١٤٧، الرقم: ٤٦٠١، وأبو داود في السنن، كتاب : السنة، باب: في كتاب الخوارج، ٤/٣٤٢، الرقم: ٤٦٧٤، والنسائي في السنن، كتاب: تحريم الدم، باب : من شهر سيفة ثم وضعه في الناس، ٧/٨١١، الرقم: ١٠١٤، وفي كتاب الزكاة، باب : المؤلفة قلوبهم، ٥/٧٨، الرقم: ٨٧٥٢، وفي السنن الكبرى، ٦/٦٥٣، الرقم: ١٢٢١١، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم، ٣/٧٢١، الرقم: ٣٧٣٢، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٨٦،٣٧، الرقم: ٦٦٦١١،٣١٧١١، وعبد الرزاق في المصنف، ٠١/٦٥١، والبيهقي في السنن الكبرى، ٦/٩٣٣، الرقم: ٤٢٧٢١،٨١/٧، الرقم: ٢٦٩٢١، وابن منصور في كتاب السنن، ٢/٣٧٣، الرقم: ٣٠٩٢، وأبو نعيم ف[\ي حيلة الأولياء، ٥/٢٧، والشوكاني في نيل الأوطار، ٧/٥٤٣، وابن تميمة في الصارم المسلول، ١/٦٩١).

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے مٹی میں ملا ہوا تھوڑا سا سونا حضور نبی اکر م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اقرع بن حابس حنظلی جو بنی مجاشع کا ایک فرد تھا اور عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری، جو بنی کلاب سے تھا اور زید الخیل طائی، جو بنی نبہان سے تھا ان چاروں کے درمیان تقسیم فرمادیا۔ اس پر قریش وانصار کو ناراضگی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ اہلِ نجد کے سرداروں کو مال دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میں تو ان کی تالیف قلب کے لئے کرتا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا اور اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی اطاعت کرنے والا کون ہے اگر میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں حالانکہ اس نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے؟ تو صحابہ میں سے ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی میرے خیال میں وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فر مادیا۔ (اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ "اس شخص نے کہا: اے محمد اللہ سے ڈرو اور عدل کرو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان والوں کے ہاں میں امانتدار ہوں اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یارسول اللہ! میں اس کی گردن کاٹ دوں؟ فرمایا: ہاں، سو وہ گئے تو اسے نماز پڑھتا پایا (اس لئے قتل نہیں کیا) تو کسی دوسرے صحابی نے عرض کیا: میں اس کی گردن کاٹ دوں؟) جب وہ چلا گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور قتل کر دوں"

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رضی اللہ عنه فَسَأَلَاه عَنِ الْحَرُوْرِيَّةِ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صلی الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ: لَا أَدْرِي مَا الْحَرُوْرِيَّةُ؟ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: يَخْرُجُ فِي هذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْها قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهمْ

أَوْ حَنَاجِرَهمْ يَـمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنْ الرَّمِيَّةِ ---- الحديث۔ متفق عليه۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: استتابة المرتدين وقتالهم، باب : قتل الخوارج الملحدين بعد اقامة الحج عليهم، ۶/۰۴۵۲، الرقم: ۲۳۵۶، وفي فضائل القرآن، باب: اثم من راءى بقراءة القرآن، أو تاكل به أو فخر به، ۴/۸۲۹۱، الرقم: ۱۷۷۴، ومسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: ذكر الـخوارض وصفاتهم، ۲/۳۴۷، الرقم: ۴۶۰۱، و مالک في الموطأ، كتاب: القرآن، باب: ماجاء في القرآن، ۱/۴۰۲، الرقم: ۸۷۴، والنسائی في السنن الكبرى، ۳/۱۳، الرقم: ۹۸۰۸، وأحمد بن حنبل في المسند، ۳/۰۶، الرقم: ۶۸۵۱۱، وابن حبان في الصحيح، ۵۱/۲۳۱، الرقم: ۷۳۷۶، والبخاري في خلق أفعال العباد، ۱/۳۵، وابن أبي شيبة في المصنف، ۷/۰۶۵، الرقم: ۲۹۷۳، وأبو يعلٰى في المسند، ۲/۰۳۴، الرقم: ۳۳۲۱، وابن أبي عاصم في السنة، ۲/۶۵۴، الرقم: ۵۳۹، والبيهقي في شعب الايمان، ۲/۷۳۵، الرقم: ۰۴۶۲، والربيع في المسند، ۱/۴۳، الرقم: ۶۳)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابو سعید خدری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حروریہ کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حروریہ کیا ہے؟ ہاں میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت میں سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے یہ نہیں فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی (بلکہ لوگ فرمایا) جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن (یہ قرآن) ان کے حلق سے نہیں اترے گا یا یہ فرمایا کہ ان کے نرخرے سے نیچے نہیں اتے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْـخُدْرِيِّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: يَـخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُـجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ يَـمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَـمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ اِلَى فُوقِهِ، قِيْلَ مَا سِيْمَاهمْ؟ قَالَ : سِيْمَاهمُ التَّحْلِيْقُ أَوْ قَالَ : التَسْبِيْدُ۔ رواه البخاري۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب: قراءة الفاجر والمنافق وأصوتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ۶/۸۴۷۲، الرقم: ۳۲۱۷، ومسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: الخوارج شر الخلق والخليقة، ۲/۰۵۷، الرقم: ۸۶۰۱، وأحمد بن حنبل في المسند، ۳/۴۶، الرقم: ۲۳۶۱۱،۳/۶۷۴، وابن أبي شيبة في المصنف، ۷/۳۶۵، الرقم: ۷۹۳۷۳، وأبو يعلٰى في المسند، ۲/۸۰۴، الرقم: ۳۹۱۱، والطبراني في المعجم الكبير، ۶/۱۹، الرقم: ۹۰۶۵، وابن أبی عاصم في السنة، ۲/۰۹۴، الرقم: ۹۰۹، وقال: اسناده الصحيح، وأبو نعيم في المسند المستخرج، ۳/۵۳۱، الرقم: ۰۹۳۲)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے کہ وہ قرآن پاک پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔ دریافت کیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: ان کی نشانی سر منڈانا ہے یا فرمایا: سر منڈائے رکھنا ہے۔

عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ هلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَذْكُرُ الْخَوَرِجَ؟ فَقَالَ : سَمِعْتُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَـحْوَ الْـمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا یَ عْدُوْا تَرَاقِيَهُمْ يَـمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَـمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ رواه مسلم۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب: قراءة الفاجر والمنافق وأصوتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ٦/٨٤٧٢، الرقم: ٣٢١٧، ومسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : الخوارج شر الخلق والخليقة، ٢/٠٥٧، الرقم: ٨٦٠١، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٦، الرقم: ٢٣٦١١، ٣/٦٧٤، وابن أبي شيبة في المصنف، ٧/٣٦٥، الرقم: ٧٩٣٧٣، وأبو يعلٰى في المسند، ٢/٨٠٤، الرقم: ٣٩١١، والطبراني في المعجم الكبير، ٦/١٩، الرقم: ٩٠٦٥، وابن أبى عاصم في السنة، ٢/٠٩٤، الرقم: ٩٠٩، وقال: اسناده الصحيح، وأبو نعيم في المسند المستخرج، ٣/٥٣١، الرقم: ٠٩٣٢)۔ترجمہ۔یُسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا : کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا : وہ اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے (خارج ہو جاتا ہے)۔

وفي رواية مسلم زاد : فَقَامَ اِلَيْه عُمَرُ بْنُ الـخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَه؟ قَالَ : لاَ، قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَامَ اِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللّٰه۔ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰه أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَه؟ قَالَ : لاَ، فَقَالَ: اِنَّه سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِى هذَا قَوْمٌ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰه لَيِّنًا رَطْبًا، (وَقَالَ: قَالَ عَمَّارَةُ : حَسِبْتُه) قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهمْ لَأَقْتُلَنَّهمْ قَتْلَ ثَـمُوْدَ۔ (أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب: ذكر الخوارج وصفاتهم، ٢/٣٤٧، الرقم: ٤٦٠١)۔

ترجمہ۔اور مسلم کی ایک روایت میں اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : نہیں، پھر وہ شخص چلا گیا، پھر حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن بہت ہی اچھا پڑھیں گے (راوی) عمارہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو پالیتا تو (قوم) ثمود کی طرح ضرور انہیں قتل کر دیتا۔"

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ الْـجَهنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ فِي الْـجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوا مَ عَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ الَّذِيْنَ سَارُوْا اِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: أَيُّها النَّاسُ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: يَـخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ اِلَى قِرَا ءَتِـهِمْ بِشَيءٍ وَلاَ صَلَاتُكُمْ اِلَى صَلَاتِـهِمْ بِشَيءٍ وَلاَ صِيَامُكُمْ اِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيءٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَـحْسِبُوْنَ أَنَّه لَـهمْ، وَهوَ عَلَيْهِمْ لاَ تُ جَاوِزُ صَلَاتُـهمْ تَرَاقِيَهمْ يَـمْرُقُوْنَ مِنَ الاِسْلاَمِ كَمَا يَـمْ رُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ـــ الحديث۔ رواه مسلم۔ (أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : التحريض على قتل الخوارج، ٢/٨٤٧، الرقم: ٦٦٠١، وأبو داود في السنن، كتاب: السنة، باب : في قتال الخوارج، ٤/٤٤٢، الرقم: ٨٦٧٤، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/٣٦١، الرقم:

١٧٥٨، وأحمد بن حنبل في المسند، ١٩/١، الرقم: ٦٠٧، وعبد الرزاق في المصنف، ٠١/٧٤١، والبزار في المسند، ٢/٧٩١، الرقم: ١٨٥، وابن أبي عاصم في السنة، ٢/٥٤٤،٦٤٤، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/٠٧١).

ترجمہ۔ حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ و ہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک قوم ظاہر ہو گی وہ ایسا قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہو گی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہو گی وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے لئے مفید ہے لیکن در حقیقت وہ ا ن کے لئے مضر ہو گا، نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اتر سکے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

أخرجه البخاري في صحيحه في ترجمة الباب : قَولُ اللّٰه تَعَالَى :)وَمَا كَانَ اللّٰه لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هدَاهمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهمْ مَا يَتَّقُونَ([التوبة، ٩:٥١١] وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضى الله عنهما يَرَاهمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰه، وَقَالَ: اِنَّهمُ انْطَلَقُوا اِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْها عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

وقال العسقلاني في الفتح : وصله الطبري في مسند علي من تهذيب الآثار من طريق بكير بن عبد الله بن الأشج: أَنَّه سَأَلَ نَافِعًا كَيْفَ كَانَ رَأَى ابْنُ عُمَر فِي الْحَرُوْرِيَّةِ؟ قَالَ: كَانَ يَرَاهمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰه، انْطَلَقُوا اِلَى آيَاتِ الْكُفَّارِ فَجَعَلُوها فِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔ قلت : وسنده صحيح۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب : (٥) قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم، ٦/٩٣٥٢، والعسقلاني في الفتح الباري، ٢١/٦٧٢، الرقم: ٢٣٥٦، وفي تغليق التعليق، ٥/٩٥٢).

ترجمہ۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیز واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔" اور حضرت (عبد اللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (یعنی خوارج کو) اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا۔

اور امام عسقلانی "فتح الباری" میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے اس حدیث کو تہذیب الآثار میں بکیر بن عبد اللہ بن اَشج کے طریق سے مسند علی رضی اللہ عنہ میں شامل کیا ہے کہ "انہوں نے نافع سے پوچھا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بدترین لوگ خیال کرتے تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کیا۔ میں "ابن حجر عسقلانی" کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عَنْ أَبِي رَافِعٍ رضى الله عنه أَنَّه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيْكَتِه يَأْتِيْه أَمْرٌ مِمَّا أَمَرتُ بِه أَوْ نَهيْتُ عَنْه فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰه اتَّبَعْ نَاه۔ رواه الترمذي وأبوداود وابن ماجة۔ وقال أبو عيسى : هذا حديث حسن۔ (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب : العلم

عن رسول ا الله صلى االله عليه وآله وسلم، باب : ما نهى عنه أن يقال عند حديث النبي صلى ا الله عليه وآله وسلم، ٥/٧٣، الرقم: ٣٦٦٢، وأبوداود في السنن، كتاب : السنة، باب: في لزوم السنة، ٤/٠٠٢، الرقم: ٥٠٦٤، وابن ماجة في السنن، المقدمة، باب : تعظيم حديث رسول ا الله صلى االله عليه وآله وسلم والتغليظ على من عارضه، ١/٦، الرقم: ٣١، والشافعي في المسند، ١/١٥١، والحاكم في المستدرک، وقال : هذا الاسناد وهو صحيح، ١/٠٩١، الرقم: ٨٦٣، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ٤/٩٠٢، والبيهقي في السنن الكبرى، ٧/٦٧، الرقم: ٩١٢٣١)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو ہر گز نہ پاؤں جس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم نے صرف اسی کی پیروی کی جسے اللہ کی کتاب (قرآن) میں پایا۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضي ا الله عنهما عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى ا الله عليه وآله وسلم قَالَ: سَيَکُونُ فِي أُمَّتِي اخْ تِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ (وَفِي رِوَايَةٍ: يَحْقِرُ أَحَدُکُمْ صَلَاتَه مَعَ صَلَاتِهمْ وَصِيَامَه مَعَ صِيَامِهمْ) يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ ا لسَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوْقِه هِمْ شَرُّ الْخَلْقِ والْخَلِيْقَه طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهمْ وَقَتَلُوه يَدْعُوْنَ اِلَى کِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوا مِنْه فِي شَيءٍ مَنْ قَاتَلَهمْ کَانَ أَوْلَى بِاللهِ مِنْهمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا سِيْمَاهمْ؟ قَالَ: التَّحْلِيْقُ۔ رواه أبوداود وابن ماجة۔ (أخرجه أبو داود في السنن، كتاب : السنة، باب: في قتال الخوارج، ٤/٣٤٢، الرقم: ٥٦٧٤، وابن ماجة في السنن، المقدمة، باب : في ذكر الخوارج، ١/٠٦، الرقم: ٩٦١، وأحمد بن حنبل في ال مسند، ٣/٤٢٢، الرقم: ٢٦٣٣١، والحاكم في المستدرک، ٢/١٦١، الرقم: ٩٤٦٢، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/١٧١، والمقدسي في الأحاديث المختاره، ٧/٥١، الرقم: ١٩٣٢،٢٩٣٢، وقال: اسناه صحيح، وأبو يعلى في المسند، ٥/٦٢٤، الرقم: ٧١١٣، والطبراني نحوه في المعجم الكبير، ٨/١٢١، الرقم: ٣٥٥٧، والمروزي في السنة، ١/٠٢، الرقم: ٢٥)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہو گی، ایک قوم ایسی ہو گی کہ وہ لوگ گفتار کے اچھے اور کردار کے برے ہوں گے، قرآن پاک پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نہیں اترے گا (اور ایک روایت میں ہے کہ تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے) وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے، اور واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر کمان میں واپس نہ آجائے وہ ساری مخلوق میں سب سے برے ہوں گے، خوشخبری ہو اسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔ وہ اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہو گا ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو گا، صحابہ کرام نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا: ان کی نشانی سر منڈانا اور ہمیشہ منڈائے رکھنا ہے۔

عِنْ أَبِي هرَيْرَ ةَ رضی ا الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی ا الله علیه وآله وسلم قَالَ : الْمِرَائُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ۔ رواه أبوداود وأحمد، اسناه حسن۔ (أخرجه أبوداود في السنن، كتاب : السنة، باب : النهى عن الجدال في القرآن، ۴/۹۹۱، الرقم: ۳۰۶۴، والنسائي في السنن الكبرى، ۵/۳۳، الرقم: ۳۹۰۸، وأحمد بن حنبل في المسند، ۲/۰۰۳، الرقم: ۶۷۹۷، وابن حبان في الصحيح، ۴/۴۲۳، الرقم: ۴۶۴۱، والطبراني في المعجم الأوسط، ۳/۱۲، الرقم: ۸۷۴۲، والـهيثمي في معجم الزوائد، ۱/۷۵۱)۔ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید (کے کلام اللہ ہونے) میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی ا الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی ا الله علیه وآله وسلم : سَيَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثٌ أَحِدَّائُ أَشِدَّائُ ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهمْ بِالْقُرْآنِ يَقْرَءُوْنَه لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ۔ فَاِذَا لَقِيْتُمُوهمْ فَأَنِيْمُوهمْ ثُمَّ اِذَا لَقِيْتُمُوهمْ فَاقْتُلُوهمْ فَاِنَّه يُؤْجَرُ قَاتِلُهمْ۔ رواه أحمد والحاكم وابن أبي عاصم۔ رجال أحمد رجال الصحيح، وقال ابن أبي عاصم : اسناده صحيح، وقال الحاكم : هذا حديث صحيح۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۵/۶۳، ۴۴، والحاكم في المستدرک، ۲/۹۵۱، الرقم: ۵۴۶۲، وابن أبي عاصم في السنة، ۲/۶۵۴، الرقم: ۷۳۹، وعبد الله بن أحمد في السنة، ۲/۷۳۶، الرقم: ۹۱۵۱، وقال: اسناده حسن، والبيهقي في السنن الكبرى، ۸/۷۸۱، والديلمي في فردوس بمأثور الخطاب، ۲/۲۲۳، الرقم: ۰۶۴۳، والـهيثمي في مجمع الزوائد، ۶/۰۳۲، والحارث في المسند، (زوائد الهيثمي)، ۲/۴۱۷، الرقم: ۴۰۷)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب نوعمر لوگ نکلیں گے جو کہ نہایت تیز طرار اور قرآن کو نہایت فصاحت وبلاغت سے پڑھنے والے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ سو جب تم ان سے ملو تو انہیں مار دو پھر جب (ان کا کوئی دوسرا گروہ نکلے اور) تم انہیں ملو تو انہیں بھی قتل کر دو یقینا ان کے قاتل کو اجر عطا کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی ا الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صلی ا الله علیه وآله وسلم يَقُولُ: سَيَخْرُجُ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَقِيَهمْ كُلَّمَا خَرَجَ مِ نْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى عَدَّها زِيَادَةً عَلَى عَشْرَةِ مَرَّاتٍ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قَطِعَ حَتَّى يَخْرُجُ الدَّجَّالَ فِي بَقِيَّتِهُمْ۔ رواه أحمد والحاكم۔ (أخرجه أحمد بن حنبل، في المسند، ۲/۸۹۱، الرقم: ۱۷۸۶، والحاكم في المستدرک، ۴/۳۳۵، الرقم: ۷۹۴۸، وابن حماد في الفتن، ۲/۲۳۵، وابن راشد في الجامع، ۱۱/۷۷۳، والـهيثمي في مجمع الزوائد، ۶/۸۲۲، والآجري في الشريعة، ۱/۳۱۱، الرقم: ۰۶۲)۔ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا : میری امت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور ان میں سے جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) میں نکلے گا وہ کاٹ دیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) نکلے گا کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ہی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا فرمایا: ان میں جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) میں ظاہر ہو گا کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل سے دجال نکلے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی ا اللہ عنهما قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی ا اللہ علیه وآله وسلم أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرَّاؤُهَا۔ رواه أحمد وابن أبي شيبة والبيهقي والطبراني ورجاله ثقات۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۲/۵۷۱، الرقم: ۳۳۶۶۔۴۳۶۶، ۴/۱۵۱، ۷۳۶۶، وابن أبي شيبة في المصنف، ۷/۷۹۷، الرقم: ۵۳۳۴۳، والبيهقي في شعب الايمان، ۵/۳۶۳، الرقم: ۹۵۹۶، والطبراني في المعجم الكبير، ۹۷۱/۷۱، ۵۰۳، الرقم: ۱۴۸،۱۷۴، وابن المبارک في الزهد، ۱/۲۵۱، الرقم: ۱۵۴، والبخاري في خلق أفعال العباد، ۱/۸۱۱، والفريابي في صفة المنافق، ۱/۵۵، الرقم: ۲۳۔۳۳، والـهيثمي في مجمع الزوائد، ۹۲۲/۶۔۰۳۲)۔ ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں اکثر منافق اس (قرآن) کو پڑھنے والے ہوں گے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی ا اللہ عنه يَقُوْلُ: يَصَرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي رَسُولَ اللّٰهِ صلی ا اللہ علیه وآله وسلم بِالْـجِعْرَانَةِ وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی ا اللہ علیه وآله وسلم يَقْبِضُها لِلنَّاسِ يُعْطِيْهِمْ، فَقَالَ رَجُلٌ: اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَکَ وَمَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْـخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، دَعْنِي أَقْتُلْ هذَا الْـمُنَافِقَ الْـخَبِيْثَ؟ فَقَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صلی ا اللہ علیه وآله وسلم: مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي، اِنَّ هذَا وَأَصْحَابَه يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيْهِمْ يَـمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَـمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ رواه أحمد وأبو نعيم۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۳/۴۵۳، الرقم: ۱۶۴۱، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم، ۳/۷۲۱، الرقم: ۲۷۳۲)۔

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا: جعرانہ کے مقام پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑوں (گود) میں چاندی تھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کے لوگوں کو عطا فرما رہے ہیں تو ایک شخص نے کہا: عدل کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو۔ اگر میں عدل نہ کروں گا کو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے چھوڑ دیں کہ میں اس خبیث منافق کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کے اس قول سے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے لگ گیا ہوں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ بے شک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں اترے گا، وہ دین کے دائرے سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وآله وسلم: اِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى اِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُه عَلَيْه وَكَانَ رِدْئًا لِلْاِسْلَامِ غَيْرَه اِلَى مَاشَاءَ اللّٰهُ فَانْسَلَخَ مِنْه وَنَبَذَه وَرَاءَ ظُهْرِه وَسَعَى عَلَى جَارِه بِالسَّيْفِ وَرَمَاه بِالشِّرْكِ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَيُّهمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْـمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي قَالَ: بَلِ الرَّامِي۔ رواه ابن حبان والبزار والبخاري في التاريخ، اسناده حسن۔ (أخرجه ابن حبان في الصحيح، ۱/۲۸۲، الرقم: ۱۸، والبزار في المسند، ۷/۰۲۲، الرقم: ۳۹۷۲، والبخاري في التاريخ الكبير، ۴/۱۰۳، الرقم: ۷۰۹۲، والطبراني عن معاذ بن جبل رضی ا اللہ عنه في المعجم الكبير، ۰۲/۸۸، الرقم: ۹۶۱، وفي مسند الشاميين،

۲/۴۵۲، الرقم: ۱۹۲۱، وابن أبي عاصم في السنة، ۱/۴۲، الرقم: ۳۴، والـهيثمي في مجمع الزوائد، ۱/۸۸۱، وقال: اسناده حسن، وابن كثير، في تفسير القرآن العظيم، ۲/۶۶۲)۔

ترجمہ۔ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ جب اس پر اس قرآن کا جمال دیکھا گیا اور وہ اس وقت تک جب تک اللہ نے چاہا اسلام کی خاطر دوسروں کی پشت پناہی بھی کرتا تھا۔ پس وہ اس قرآن سے دور ہو گیا اور اس کو اپنی پشت پیچھے پھینک دیا اور اپنے پڑوس پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا اور اس پر شرک کا الزام لگایا، راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے نبی ! ان دونوں میں کون زیادہ شرک کے قریب تھا شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي ا الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم: سَيَخْرُجُ أَقْوَامٌ مِنْ أُمَّتِي يَشْرَبُوْنَ الْقُرْآنَ كَشُرْبِهِمُ اللَّبَنَ۔ رواه الطبراني ورجاله ثقات كما قال الـهيثمي والـمناوي۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ۱۷/۷۹۲، الرقم: ۱۲۸، والـهيثمي في مجمع الزوئد، ۶/۹۲۲، والمناوي في فيض القدير، ۴/۸۱۱)۔ ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کو یوں (غٹ غٹ) پڑھیں گے گویا وہ دودھ پی رہے ہیں۔

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ رضي ا الله عنه: سَأَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي يَرْبُوعٍ، أَوْ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ۔ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي ا الله عنه عَنِ)الذَّارِيَاتِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَالنَّازِعَاتِ(أَوْ عَنْ بَعْضِهِنَّ، فَقَالَ عُمَرُ : ضَعْ عَنْ رَأْسِكَ، فَإِذَا لَه وَفْرَةٌ، فَقَالَ عُمَرُ : أَمَا وَاللّٰه لَوْ رَأَيْتُكَ مَحْلُوقًا لَضَرَبْتُ الَّذِي فِيْه عَيْنَاكَ، ثُمَّ قَالَ : ثُمَّ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَوْ قَالَ إِلَيْنَا، أَنْ لَا تُجَالِسُوه، قَالَ : فَلَوْ جَاءَ وَنَحْنُ مَائَةٌ تَفَرَّقْنَا۔ رواه سعيد بن يحيي الأموي وغيره باسناد صحيح كما قال ابن تميمة۔ (أخرجه ابن تميمة، في الصارم المسلول، ۱/۵۹۱)۔

ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی یربوع یا بنی تمیم کے ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''الزَّارِيَاتِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَالنَّازِعَاتِ'' کے کیا معنی ہیں؟ یا ان میں سے کسی ایک کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اپنے سر سے کپڑا اتارو، جب دیکھا تو اس کے بال کانوں تک لمبے تھے۔ فرمایا: بخدا! اگر میں تمہیں سر منڈا ہوا پاتا تو تمہارا یہ سر اڑا دیتا جس میں تمہاری آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔ شعبی کہتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے نام خط لکھایا کہا کہ ہمیں خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ آتا، ہماری تعداد ایک سو بھی ہوتی تو بھی ہم الگ الگ ہو جاتے تھے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ: قَالَ: فَبَيْنَمَا عُمَرُ رضي الله عنه ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا يُغَدِّي النَّاسَ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَيْه ثِيَابٌ وَعِمَامَةٌ فَتَغَدَّى حَتَّى إِذَا فَرَغَ قَالَ : يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ،)وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا(فَقَالَ عُمَرُ رضي الله عنه: أَنْتَ هوَ فَقَامَ إِلَيْه وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْه فَلَمْ يَزَلْ يَجْلِدُه حَتَّى سَقَطَتْ عِمَامَتُه، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرُ بِيَدِه، لَوْ وَجَدْتُكَ مَحْلُوقًا، لَضَرَبْتُ رَأْسَكَ۔ رواه الامام أبو القاسم هبة ا الله اللالكاني۔ (أخرجه

واللالكائي في أعتقاد أهل السنة، ۴/۴۳۶، الرقم: ۶۳۱۱، الشوكاني في نيل الأوطار، ۱/۵۵۱، ولعظيم آبادي في عون المعبود، ۱۱/۲۶۱، وابن قدامة في المغني، ۱/۵۶، ۸/۹)۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزید نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں ایک شخص آیا اس نے (اعلیٰ) کپڑے پہن رکھے تھے اور عمامہ باندھا ہوا تھا تو اس نے بھی دوپہر کا کھانا کھایا جب فارغ ہوا کو کہا : اے امیر المومنین)وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا(کا معنی کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تو وہی (گستاخِ رسول) ہے۔ پھر اس کی طرف بڑھے اور اپنے بازو چڑھا کر اسے اتنے کوڑے مارے یہاں تک کہ اس کا عمامہ گر گیا۔ پھر فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں تجھے سر منڈا ہوا پاتا تو تیرا سر کاٹ دیتا۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَيَبْلَى الْقُرْآنُ فِي صُدُوْرِ أَقْوَامٍ كَمَا يَبْلَى الثَّوَابُ فَيَتَهافَتُ، يَقْرَؤُوْنَه لَا يَجِدُوْنَ لَه شَهْوَةً وَلَا لَذَّةً، يَلْبِسُوْنَ جُلُوْدَ الضَّأْنِ عَلَى قُلُوْبِ الذِّئَابِ أَعْمَالُهمْ طَمَعٌ لَا يُخَالِطُه خَوْفٌ اِنْ قَصَّرُوْا۔ قَالُوْا: سَنَبْلُغُ وَاِنْ أَسَاؤُا قَالُوْا: سَيُغْفَرُ لَنَا اِنَّا لَا نُشْرِكُ بِاللّٰه شَيْئًا۔ رواه الدارمي۔ (أخرجه الدارمي في السنن، باب: تعاهد القرآن، ۲/۱۳۵، الرقم: ۳۳۶۴، والطبراني في الجامع الأحكام القرآن، ۷/۲۱۳)۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : یہ قرآن لوگوں کے سینے میں اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا جس طرح ایک کپڑا بوسیدہ ہو کر گر پڑتا ہے۔ لوگ اس کو پڑھیں گے لیکن اس کی تلاوت کے لئے نہ تو کوئی خواہش رکھیں گے اور نہ ہی اس کی تلاوت سے کوئی حظ لیں گے۔ گویا وہ بھیڑوں کے دلوں پر بھیڑوں کی اون کا لباس پہنائیں گے، ان کے اعمال سراسر لالچ پر مبنی ہوں گے جن میں اللہ کی خشیت کی آمیز بھی نہیں ہو گی اگر انہوں نے کوئی تقصیر کی تو کہیں گے کہ عنقریب ہم اپنی منزل کو پہنچ جائیں گے اور اگر کوئی برائی کی تو کہیں گے کہ عنقریب اللہ ہمیں بخش دے گا کیونکہ بے شک ہم کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

گویا یہ کتاب قرآنِ کریم ہدایت ہے متقی کے لیے۔ اور متقی وہ ہے جو اسے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں پڑھے۔ یہ کتاب مومنوں اور متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ اگر اس کتاب کو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں پڑھا جائے تو یہ تمام انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن اگر اس کتاب کو بغیر نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پڑھا جائے تو یہی کتاب اس کے لیے خسارا ہے۔ نور کا بیان بہت لمبا ہے جو کہ کچھ سطروں میں یا کچھ پیراگراف میں نہیں لکھا جا سکتا۔ پھر کبھی موقع ملا تو اُس پر بھی مضمون لکھنے کی کوشش کروں گا۔

پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت "نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا" پر تضمین کہی۔ فرماتے ہیں:

تجھ سے جو پھیر کے مُنہ جانبِ قرآن گیا

سُرخرو ہو کے نہ دُنیا سے وہ انسان گیا

کتنے گستاخ بنے، کتنوں کا ایمان گیا

لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا

میرے مولیٰ، میرے آقا، ترے قربان گیا

یہ کتاب قرآنِ مجید مومنوں کے ساتھ باتیں بھی کرتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام کتابِ ناطق بھی ہے یعنی بولنے والی کتاب۔ باقی کتابیں جو کہ اللہ کی طرف سے ہیں جیسا کہ توریت، زبور اور انجیل وغیرہ، وہ ہیں تو من اللہ ہی لیکن وہ ہمارے سارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 79) یعنی اُن کتابوں میں بہت سی تبدیلی ہو چکی ہے۔ جس طرح کے خود بائبل میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے والی کُتب و صحائف کے بارے میں ایک آیت ہے:

(یرمیاہ 8:8) تُم (یہودی) کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خُداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ لکھنے والوں کے باطِل قلم نے بطالت پیدا کی۔

جبکہ قرآن کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر، آیت نمبر 9) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن سب کتابوں سے افضل ہے اور سب کتابوں کی سردار ہے۔

اب آپ نے دیکھنا ہے کہ کیا قرآن میرے سوالوں کا جواب دیتا ہے یا نہیں۔ تو قرآن سے میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اے قرآن تو مجھے بتا کہ تو کونسی زبان میں نازل ہوا؟ تو قرآن سے مجھے جو جواب ملا وہ ہے: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ بیشک ہم سے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔ (سورۃ یوسف، آیت 2)۔ میں نے قرآن سے ایک اور سوال کیا کہ اے قرآن تو مجھے بتا کہ تو کس مبارک ماہ میں نازل ہوا؟ تو قرآن نے مجھے جواب دیا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔ (سورۃ البقرۃ آیت 185)۔ میں نے ایک دفعہ قرآن کو کہا اے قرآن تو کس رات یا کس دن نازل ہوا؟ تو جواب ملا: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

مُّبٰرَكَةٍ۔ پھر میں نے سوال کیا کہ تو کونسی رات کو نازل ہوا؟ تو قرآن نے مجھ سے کہا : اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ بیشک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ اور تم نے کیا جانا کیا شبِ قدر۔ (سورۃ القدر، آیت نمبر 1 اور 2)۔

اگر میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ترجمے کو آسان لفظوں میں لکھوں تو شاید یہ بنے ۔ اور (اے حبیب) تم جانتے ہو (اور ضرور جانتے ہو) لیلۃ القدر کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہ ہو گا جو کہ عام طور پر تراجم میں پایا جاتا ہے کہ آپ کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ بلکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو ہر چیز کی خبر تھی جس کی گواہی غوث الثقلین شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی دی ہے۔ اِن دونوں ترجموں کو ذہن میں رکھیئے کیونکہ آگے بھی اس کا ذکر آئے گا۔

میں امامِ اجل، شیخ محقق، حضرت علامہ شیخ محمد شاہ عبد الحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو میلاد النبی کے حوالے سے پڑھ رہا تھا تو اِسی آیت کے حوالے سے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) میلاد النبی کے مہنے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگو! جس مہینے قرآن نازل ہوا، میں پوچھتا ہوں یہ شب لائقِ قدر و تقریم کیسے بنی؟ خود قرآنِ کریم میں جواب ہے کہ ہم نے اِس شب میں قرآن اتارا۔ اے مسلمانو! بتاؤ جس شب قرآن اترا وہ شب ہزار مہینے سے بہتر اور جس شب قرآن والا آیا اُس شب کے کیا کہنے؟ مزید فرماتے ہیں کہ میں شیخ محقق محدث دہلوی فتویٰ دیتا ہوں کہ شبِ میلادِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔

امام ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن مرزوقؒ نے اپنی کتاب "جنی الجنتین فی فضل اللیلتین۔۔۔" میں شب ولادتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیلۃ القدر سے افضل ہونے پر ۲۰ دلائل رقم فرمائے ہیں۔ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری نے یہ بیس ایمان افروز دلائل و براہین عربی سے اردو کے قلب میں ڈھالے۔

۱) شرف، علو اور رفعت کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں اضافی ہیں تو ہر رات کی خصوصیت اس میں پائے جانے والے شرف کے باعث ہوتی ہے۔ ولیلۃ المولد شرفت بولادۃ خیر خلق اللہ تو لیلۃ المیلاد کو تمام مخلوق سے بہتر ذات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا شرف نصیب ہوا۔ اس اعتبار سے یہ تمام راتوں سے افضل قرار پائی۔

۲) لیلۃ میلاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کی گئی تو ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملنے والی رات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ظہور کی رات افضل ہے۔

۳) لیلۃ میلاد میں ظہور فرمانے والی ہستی پاک کو اللہ کریم نے جو بے حد عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ لیلۃ القدر ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص میں سے ہونے سے سبب لیلۃ القدر دوسری عام راتوں سے افضل قرار پائی تو جس رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود مبارک سے شرف مطلق و کامل حاصل ہو وہ یقیناً لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۴)لیۃ القدر کو اپنے اندر پائی جانے والی خصوصیات (مثلاً نزول قرآن) کے سبب فضیلت حاصل ہے اور وہ راجح قول کے مطابق آئندہ سال آنے والی رات میں وہ پہلو موجود نہیں لیکن لیۃ میلاد کو ایسی ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے تا قیامت جس کے انوار سے ہر فرد مستفید ہو رہا ہے۔

۵)لیۃ القدر کو ملائکہ کے نزول سے فضیلت حاصل ہے لیکن لیۃ میلاد کو ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فضیلت حاصل ہے تو جس ہستی سے لیۃ میلاد کو شرف مل رہا ہے۔ وہ لیۃ القدر کو شرف دینے ولی تمام چیزوں سے افضل ہے لہٰذا لیۃ المیلاد، لیۃ القدر سے افضل ہے۔

۶)فضل زائد کو افضلیت کہا جاتا ہے اگرچہ یہ دونوں راتیں فضل میں نزول ملائکہ کی وجہ سے مشترک ہیں لیکن خیر الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی وجہ سے لیۃ میلاد کو زائد فضل حاصل ہے۔

۷)لیۃ القدر کو جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ نزول ملائکہ کے سبب فضیلت حاصل ہے۔ وہ یوں کہ وہ محل اعلیٰ سے زمین کی طرف منتقل ہوتے ہیں لیکن لیۃ المیلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظہورِ مبارک اور وجودِ مقدس کے ساتھ جلوہ زفروز ہوتے ہیں۔ ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یقیناً برتری اور فضیلت کا باعث ہے۔

۸)لیۃ القدر میں عمل کرنے والوں کے سبب اس کو فضیلت حاصل ہے لیکن ان تمام عاملین کو جمع بھی کر دیا جائے تو وہ اس ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتے جس کے سبب لیۃ المیلاد کو فضیلت حاصل ہوئی اور نہ ہی ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی عمل کے برابر ہو سکتے ہیں اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بھی عمل لیۃ القدر کے علاوہ کسی بھی وقت کیا ہو۔

۹)لیۃ القدر کو افضلیت اس لئے ہے کہ یہ امت محمدیہ کو بطورِ انعام عطا فرمائی گئی لیکن لیۃ میلاد ایسی ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہے کہ جس کی وجہ سے امت کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

۱۰)لیۃ القدر کی فضیلت صرف امت محمدیہ کو حاصل ہے حالانکہ لیۃ المولد کی وجہ سے ساری کائنات کو فضیلت حاصل ہوئی ہے۔ اسی رات میں ایسی ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئی جس کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

۱۱)لیۃ میلاد سال کی دیگر راتوں پر ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے افضل ہے۔ کیونکہ اسے "لیۃ مولد النبی" (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی رات) اور لیۃ القدر کو شرف کی وجہ سے یہ نام دیا گیا جو نسبت خاص لیۃ میلاد کو حاصل ہے اس طرح کی شرف ولی نسبت لیۃ القدر کو ہرگز حاصل نہیں۔ یعنی لیۃ میلاد کو ایسا خصوصی شرف حاصل ہے جو لیۃ القدر کو حاصل نہیں۔

۱۲)لیۃ القدر کا فائدہ صرف اس میں عمل کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے تو اس کا نفع اتنا وسیع نہیں جبکہ لیۃ میلاد کا نفع ہر ایک کو حاصل ہے اور عام ہے۔ جس کا نفع زیادہ اور عام ہو وہ یقیناً دوسرے سے افضل ہے۔

۱۳)لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں کچھ اختلاف بھی موجود ہے کہ اس کی فضیلت ختم ہو چکی ہے یا باقی ہے (کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر کو اُٹھا لیا گیا تھا) لیکن لیلۃ میلاد کا شرف باقی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

۱۴)چونکہ لیلۃ میلاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خصوصی نسبت ہوئی لہٰذا وہ دیگر تمام اوقات اور زمانوں پر افضل قرار پائے گی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضہ اطہر دیگر تمام مقامات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت حاصل ہونے کے سبب افضل ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے لہٰذا جو وقت اور زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے لئے متعین کیا گیا وہ تمام اوقات سے افضل ٹھہرا۔

۱۵)لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی فرع ہے اپنے اصل کی قوت کا مقابلہ کہاں کر سکتی ہے؟

۱۶)لیلۃ میلاد میں اللہ تعالیٰ کا فیضان ہر وجود کو عام نصیب ہوا اور ہر شے کے وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجودِ مبارک کے ساتھ اتصال کی نسبت مل گئی اور یہ چیز صرف اسی رات کا امتیاز ہے جو لیلۃ القدر کو حاصل نہیں۔

۱۷)اگر لیلۃ میلاد میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک وجود کے ان اسرار کا اظہار فرمایا جن کے ساتھ سعادتِ اخروی متعلق ہے حقائق آشکار ہو گئے حق، باطل سے ممتاز و ممیّز ہو گیا۔ انوار سعادت اور ہدایت کے راستے روشن ہو گئے جنتی اور جہنمی گروہ الگ الگ ہو گئے۔ دین سربلند ہوا اور کفر حقیر ٹھہرا۔ اس طرح کے غیر محدود اسرار الٰہیہ کا اس رات ظہور ہوا، اور یہ بات کسی اور رات کے حصہ میں نہیں آئی جس میں لیلۃ القدر بھی شامل ہے۔

۱۸)اگر لیلۃ میلاد، لیلۃ القدر سے افضل نہ ہو تو درج ذیل امور میں سے کوئی ایک شے لازم آئے گی

الف: ملائکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل ہونا۔

ب: اس میں اور دیگر راتوں میں عمل کا برابر ہونا۔

ج: لیلۃ القدر میں کئے گئے عمل کا بڑھ جانا۔

حالانکہ ان تینوں میں سے کوئی بھی امر ممکن نہیں کیونکہ لیلۃ میلاد کو فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی وجہ سے ملی ہے اور لیلۃ القدر کو نزول ملائکہ یا عمل کی وجہ سے۔

۱۹)مولد ولی ساعت تمام زمانوں اور اوقات پر افضل ہے۔ جب لیلۃ میلاد کا ایک حصہ، لیلۃ القدر سے افضل ہے تو یہ تمام رات لیلۃ القدر سے کیوں افضل نہ ہو گی۔

۲۰) تمام اوقات سے افضل وقت، ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک وقت ہے اور لیلۃ القدر کو اس وقت میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں، گویا لیلۃ القدر سب سے افضل نہیں جبکہ یہاں افضل ترین وقت لیلۃ میلاد کو حاصل ہے لہٰذا اس بنیاد پر بھی لیلۃ میلاد ہی لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمّد طاہر القادری صاحب اپنی کتاب جشنِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرعی حیثیت میں، جو کہ اکتوبر ۱۹۸۸ئ میں چھپی تھی، صفحہ نمبر ۲۷ پر "لیلۃ القدر افضل ہے یا شب میلادِ رسول" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

"جن کے ذکر اور خلقِ عظیم کو بیان کرنے والی کتاب کے اُترنے سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہری تو اس ماہِ مقدّس یعنی ربیع الاوّل کی عظمت و فضل کا کیا عالم ہو گا جس کو صاحبِ کتاب محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ میلاد کا شرف حاصل ہے۔ جس رات یہ کلامِ الٰہی یعنی ذکرِ خلقِ عظیم اترا ' اللہ تعالیٰ نے اُس رات کو قیامت تک انسان کے لیے "لیلَۃُ القدر" کی صورت میں بلندیٔ درجات اور شرفِ نزول ملائکہ سے نوازا اور بفحوائے فرمان ایزدی" لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

اس ایک رات کو ہزار مہینوں پر فائق و برتر قرار دیا گیا تو جب صاحبِ قرآن یعنی مقصود و محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود ہوا اور بزم حسینانِ عالم کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین و زماں کو ابدی رحمتوں اور لازوال سعادتوں سے منور فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس ووقت کی کتنی قدر و منزلت ہو گی اس کا اندازہ لگانا فہم و شعور کے لیے ناممکن ہے۔

تاہم متذکرہ بالا اس مختصر سے تقابل سے مقصود لیلۃُ القدر کے مقابلے میں ربیع الاوّل اور بالخصوص ساعتِ میلاد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنأ کی اہمیت و تقدّس کو واضح کرنا تھا۔

ان حقائق کو تسلیم کرنے سے یہ بھی مترشح ہوا کہ قرآنِ حکیم کی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے سے پہلے صاحبِ قرآن کی قدر و منزلت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنا پڑے گا۔

اس کی مزید وضاحت اس روز مرّہ مثال پر غور کرنے سے ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی علم جیسی نعمت کو حاصل کرتا ہے تو اسے کسی نہ کسی واسطے یا ذریعے کا سہارا لینا پڑے گا۔

اور یہ واسطہ و ذریعہء علم اس کے لیے بلاشبہ اس کا وہ اُستاد ہوتا ہے جو اسے علم سکھاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے استاد کو انسان تک نعمتِ علم پہنچانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس حال میں کتنا عجیب ہو گا کہ اگر وہ انسان علم کی قدر دانی تو کرے مگر اس اُستاد کی قدر و منزلت اور شرف و تکریم سے عدم توجگی کا مظاہرہ کرے جس کے واسطے سے اُسے علم کی دولت نصیب ہوئی۔ کوئی شخص استاد جیسی نعمت کو کمتر جانتے ہوئے اُس کی قدر و منزلت غیر ضروری سمجھے اور علم کی دولت کو بہتر جانتے ہوئے اس کی قدر و منزلت کی طرف زیادہ توجہ دے تو اس نے دراصل علم کی ناقدری کی ہے، اُستاد کی نہیں۔"

اگر ہمیں شبِ قدر، شبِ میلاد، شبِ برأت، رمضان، جمعہ، قرآن اور ایمان ملا تو صرف مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے۔ ایک حدیثِ قدسی ہے لولاک لما خلقت الارض، لولاک لما خلقت الافلاک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو زمین نہ بناتا، اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان نہ بناتا۔ اور اہلِ سنت بریلوی کا ایمان ہے کہ اگر رحمن بھی ملا تو مصطفٰے کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے صدقے میں ملا۔ اسی حدیث کا اگلا حصہ ہے: لولاک لما اظہر ربوبیت، کنت کنزا مخفیا، فاحببت انا عرفا، فخلقت خلق نور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔ اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا، میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، مجھے محبت ہو گئی، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو میں نے نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تخلیق کیا۔

اس حدیثِ قدسی کے متعلق مولانا حسن رضا بریلوی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں:

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں

تمہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں

مصطفٰے کو پایا خدا کہتے کہتے

خدا مل گیا مصطفٰے کہتے کہتے

اس بات کو ادھر ہی ختم کرتے ہوئے واپس اپنے مضمون کی طرف چلتے ہیں۔ میں نے قرآن سے کہا کہ اے قرآن یہ بتا تجھ میں کیا کیا ہے؟ قرآن نے مجھے جواباً بتایا: الٓمّٓ ۚ ۝ ١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الٓمّٓ۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 1-2)۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ ۔ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت 82)۔

وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔ (سورۃ یونس، آیت 61)۔

وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔ (سورۃ سبا، آیت 3)۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (سورۃ الانعام، آیت 59)۔

وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ (سورۃ یٰس، آیت 12)۔

وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں ہے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔ (سورۃ یونس، آیت 37)۔ بامفسرین نے یہ ترجمے کئے ہیں کہ لوحِ محفوظ کی تفصیل قرآنِ کریم ہے۔

حضرت علی (کرم اللہ علیٰ وجہہ الکریم) سے کسی نے سوال کیا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ ہر چھوٹی، بڑی اور خشک و تر کا ذکر اس میں موجود ہے۔ میری داڑھی میں کم بال ہیں اور آپؑ کی داڑھی گھنی ہے۔ کیا اِس کے بارے میں بھی قرآن میں لکھا ہوا ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کیا تم نے وہ آیت نہیں پڑھی جس میں لکھا ہوا ہے کہ جو زمین اچھی ہوتی ہے زیادہ اُگاتی ہے اور جو زمین پلید ہوتی ہے کم اُگاتی ہے؟ (سورۃ اعراف، آیت 58) وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ ۭ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ۔ ترجمہ۔ اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔

اگر ہم قرآن کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم پڑتا ہے کہ صحابیوں کے زمانے میں دو تفاسیر لکھی گئیں۔ ایک تفسیر عبیع ابن کعب (رضی اللہ عنہ) نے لکھی اور دوسری عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے لکھی۔ جو تفسیر حضرت عبیع ابن کعب (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی ہماری بد نصیبی ہے کہ وہ ضائع ہو گئی اور وہ آج دنیا میں موجود نہیں۔ دوسری تفسیر جو دورِ صحابہ میں لکھی گئی وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی۔ جو کہ آج بھی موجود ہے۔ وہ ہے تو بہت مختصر لیکن اسے اُمّ التفاسیر کہتے ہیں۔

ایک موقع پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کو سینے سے لگایا اور کہا: "اے اللہ اِسے تو قرآن کا فہم عطا فرما۔" اور پھر انہیں اتنا علم ملا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: "مجھے قرآن میں وہ بینائی حاصل ہے کہ اگر میرے اونٹ کی گردن کی رسّی گم ہو جائے تو خدا کی قسم میں قرآن میں تلاش کر لوں گا۔

اور معتبر کتابوں میں ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ علیٰ وجہہ الکریم) فرماتے ہیں: "میں اگر بسم اللہ کی تفسیر لکھنا شروع کروں تو قرآن کی اس آیت کی تفسیر کو لکھنے میں ستر (70) اونٹوں کو بوجھل کر دوں مگر تفسیر نہ ختم ہو۔"

اور قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جس نے تمام دنیا کو تا قیامت ایک چیلنج دیا کہ اگر تو تم سمجھتے ہو کہ یہ کتاب اللہ نہیں تو ایسی ایک بھی آیت بنا کر لے آؤ۔ پہلے دس آیات کا حکم نازل ہوا لیکن عرب جیسا عقلمند معاشرہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا تو پھر نیا چیلنج آیا کہ دس نہیں تو ایک ہی آیت

بنا کر لے آ ؤ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا، اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 23)۔

علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف "لفظ اللہ کی تحقیق" میں لکھتے ہیں:۔

" بہرِ حال صاحبِ مختصر المعانی کے نزدیک قول مختار و راجح ہے کہ سببِ اعجازِ قرآن فصاحتِ لفظی و بلاغتِ معنوی ہے، کیونکہ عرب کو اصحابِ فصاحت و اربابِ بلاغت اور روٴسائے بیان و مقتدر علی اللّسان ہونے کے باوجود جس چیز نے قرآنِ پاک کے معارضے سے عاجز و حیران کر دیا وہ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کا ایجاز ہے۔ چنانچہ جس وقت ایک اعرابی نے آیت فاصدع بِمَا تؤمرُ وَأعرِض عن الجاهلين سنی تو فوراً سر بسجدہ ہو گیا اور پکار اُٹھا کہ مجھے اس کلام کی فصاحت نے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا۔ امامِ اصمعیؒ نے جب ایک عربی کنیز سے فصیح کلام (اشعار) سُن کر اظہارِ تعجب کیا تو اس نے جواب دیا کہ کیا قرآنِ پاک کی آیت "واوحینا الیٰ اُمّ موسیٰ ان ارضعیه" کے بعد بھی اس قسم کے کلامِ مخلوق کی فصاحت پر تعجب کیا جا سکتا ہے؟ جب اس کی ایک مختصر سی آیت میں کمالِ بلاغت موجود ہے۔ جس میں دو امر (ارضعیه ، القیه) دو نہی (لا تخافی ، ولا تحزنی) دو خبریں (اوحینا ، فاذاخفتِ) دو بشارتیں (**انّار آدوهُ** اور **جاعلوه من المرسلین**) جمع ہیں۔

قرآنِ مجید کے اسی سببِ اعجاز کی طرف اشارہ علّامہ تفتازانیؒ یوں فرماتے ہیں۔

به یعرف ان القرآن معجز لکونه فی اعلیٰ مراتب البلاغة لاشتماله علی الدّقائق والاسرار الخارجة عن طوق البشر و هذا وسیلة الیٰ تصدیق النبی علیه السلام و هو وسیلة الی الفوز بجمیع السعادات۔ یعنی اس علمِ بلاغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن عاجز کرنے والا ہے کیونکہ وہ اعلیٰ مراتبِ بلاغت پر ہے اور ہو ایسے باریک نِکات اور رموز پر مشتمل ہے جو انسانی قدرت سے باہر ہیں اور یہ معرفتِ اعجازِ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کا وسیلہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق تمام دُنیوی اُخروی سعادتوں اور نیک بختیوں کا وسیلہ ہے۔

نظمِ قرآن اور اُس کی فصاحت و بلاغت کے مختصر بیان کے بعد اب نظمِ قرآن ہی سے یہاں ایک دو مثالیں دے کر بات سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالها o واخرجت الارض اثقالها o وقال الانسان مالها o اِن آیات میں ایک بات کہی گئی مگر قافیہ کا حُسن دیکھئے کہ کس قدر سماعت کو لطف دے رہا ہے۔ ان آیات میں زلزال اور اثقال دو لفظ ہیں، زلزال بہ صورتِ مصدر لایا گیا ہے جبکہ اثقال ثقل کی جمع کی صورت میں لایا گیا، مگر دونوں کا قافیہ ایک ہے یعنی زلزالها و اثقالها، اب آگے دیکھئے وقال الانسان مالها۔ اس میں ما الگ لفظ ہے جو ما استفہامیہ بمعنٰی استعظام یا استعجاب ہے اور لها الگ ایک لفظ ہے جو لام حرفِ جار اور ها ضمیر مجرور سے مل کر بنا ہے۔

اب جب آیات پڑھی جائیں گی تو زلزال،اثقال کے بعد مالھا بھی اُسی انداز میں پڑھا جائے گا۔اگرچہ زلزال ، اثقال کی طرح م۔الھا نہ مصدر ہے اور نہ کسی لفظ کی جمع ہے۔ مگر اِس لفظ کو اس خوبصورتی سے یہاں نگینے کی طرح جڑ دیا گیا ہے کہ فصحائے عرب انگشت بدندان ہو کر رہ گئے۔ ان تینوں الفاظ میں زلزاء اثقاء اور ما قافیہ قرار پاتا ہے اور لھا ردیف کی جگہ استعمال ہو رہی ہے یوں تو قرآنِ مجید میں اس قسم کی ہزار مثالیں موجود ہیں، مگر یہاں مختصراً بات سمجھانے کی حد تک ایک دوسری مثال پیش کی جاتی ہے:

ان آیاتِ مبارکہ میں وما سوّٰھا تک تمام صیغے ماضی میں لائے گئے سوائے یغشیٰ کے کیوں کہ یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے اور اُن کے بعد ھا ضمیر مؤنث کے بار بار استعمال نے کیا لطف پیدا کر دیا اور پھر ذرا قوافی کا انداز بدل کر فا لھمھا فجورھا نے بیان کے کیا معجزانہ تیور دکھائے اور پھر آخر وتقوٰی ھا کے لفظ نے سابقہ چھ جملوں میں استعمال شدہ ماضی اور مضارع کے صیغوں کا دوبارہ وزن قائم کر کے قاری اور سامع کا محظوظ ہونا برقرار رکھا۔ اگرچہ تقوٰی ہا میں لفظِ تقوٰی مصدری صورت میں واقع ہوا، مگر چوں کہ اس کا قافیہ بھی الف کا تھا اور ماضی کے سابقہ تمام صیغوں کا قافیہ بھی الف مقصورہ آ رہا تھا اس لیے ماضی مضارع اور مصدر صوتی آہنگ میں مربوط ہونے کے سبب برابر کا لطف دے رہا ہے۔ اگرچہ قرآنِ مجید میں ایسی صورتیں جہاں بھی آتی ہیں اُن کو سجع بندی یا قافیہ وردیف سے تعبیر نہیں کرتے تاکہ قرآنِ پاک کو شاعرانہ کلام یا محض شاعری نہ کہا جا سکے بلکہ اس طرح کی صورت قرآنِ پاک میں واقع ہو تو اس کو فاصلہ کہتے ہیں جس کی جمع فواصل آتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ سورۃ میں یا سورۃ الضحیٰ وغیرہ میں ہے۔

والشمس و ضحٰھاo والقمر اذا تلٰھاo والنھار اذا جلّٰھاo

والیل اذا یغشٰھاo والسّمآء و ما بنٰھاo والارض وما طحٰھاo

ونفس وّما سوّٰھا o فالھمھا فجورھا و تقوٰھا---الخ

لیکن ہم نے فقط سمجھانے کے لیے مغلق اصطلاح کے بجائے عام فہم الفاظ قافیہ وردیف کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ ان دو مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ نظم ہو یا نثر قافیہ اور ردیف جہاں بھی پائے جائیں سماعتوں کو محظوظ کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔

اس کے بعد ہم ایک مثال حضور اکی حدیث شریف سے دینا چاہتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ اپوری کائنات میں افصح العرب والعجم اور استاذِ کُل ہیں۔

ایک مرتبہ بارش کی دعا میں فرمایا۔ اللّٰھم حوالینا لا علینا ، بل علٰی اٰکام الجبال والا ودیۃ اس مبارک جملے میں آپ نے دیکھا کہ فصاحت وبلاغت اور لسانی لوازم ومحاسن کو کس نقطہء کمال پر لا کر بیانِ مدعا کیا گیا۔ حوالینا اور لا علینا کے معجزانہ جملے پر تو فصحائے مشرکین بھی سر دُھنتے ہوں گے۔

بعض تنگ نظر ملاحدہ نے قرآنِ مجید کی آیات میں تضاد ثابت کرنا چاہا، مگر ہمارے ذہین و فطین اہلِ علم نے اُن کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ پھر اُن کا قلم سنجیدگی سے اس موضوع پر نہ اُٹھ سکا۔ دوسرے اعتراضات کے علاوہ اُن کا یہ اعتراض بھی تھا کہ نعوذ باللہ آیات میں محض عبارت آرائی اور قافیہ پیمائی سے کام لیا گیا، حالانکہ وہی بات سادہ اور غیر مقفّٰی عبارت میں بھی کہی جاسکتی تھی، مگر اُن کے یہ سارے اعتراضات بے معنٰی اور لغو ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ بات کرنے کا ڈھنگ کیا ہوتا ہے۔ فصاحت کے کیا معنٰی ہیں اور بلاغت کسے کہتے ہیں اگر اُن کو عربی زبان کا کچھ بھی علم ہوتا اور الفاظ سے محظوظ ہونے کی ذرّہ بھر صلاحیت رکھتے تو اس قسم کے بے ہودہ اور کھوکھلے اعتراضات نہ کرتے۔ مگر اسلام دشمنی کی دبیز پٹّیاں جب آنکھوں پر چڑھ چکی ہوں تو پھر قرآنِ مجید جیسا کلام موجز و معجز بھی محض قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی ہی نظر آتا ہے۔ قرآنِ مجید نے اِسی لیے اُس دور کے فصحائے عرب کو جو غیر مسلم تھے۔ فأتوا بسورة من مّثلہٖ کے الفاظ سے میدانِ بیان میں اترنے کا چیلنج دیا تھا۔ مگر آج تک تنگ نظر حاسدین اور اسلام دُشمن عناصر قرآنی اسلوبِ بیان کے مقابلے میں محض باتیں ہی بنا سکے، کوئی آیت جواباً پیش نہ کر سکے۔۔۔۔۔"

عرب اتنے عقلمند تھے کہ وہ کسی چیز کو لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ کیا ہم اتنے ہی نالائق ہیں کہ ہمیں کچھ بھول جائے گا؟ اور ان کی شاعری کا یہ عالم تھا کہ ان کے بچے بھی فوراً شعر بنا کر کہہ دیتے۔ اتنے زبردست معاشرے کو جب ایک آیت کا چیلنج آیا تو عرب کے عظیم ترین شاعروں میں سے ایک شاعر نے ایک آیت بنائی اور اسے خانہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف ایک آیت وحی کی اور فرمایا کہ اسے لکھوا کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لگوا دیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسا ہی کیا۔ جب وہی شاعر حرمِ کعبہ میں داخل ہوا اور وہ آیت پڑھی تو اُس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: ماہذا کلام البشر۔ نہیں یہ بشر کا کلام۔

اِسی طرح حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فوراً بعد حضرت ابو بکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں بھی کچھ جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حدیث بھی اس بات کی پیشن گوئی کرتی ہے اور دیگر بے شمار احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آخری نبی ہیں (لا نبی بعدی)۔ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا میری اُمت میں تیس (30) کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیّین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابو داؤد 'کتاب الفتن')۔

مسلم شریف میں بھی ایک حدیث اسی طرح کی ہے جس کا مفہوم ہے کہ قیامت تب تک نہ آئے گی جب تک کہ تیس کذّاب دجّال نہ آ جائیں اور ان میں سے ہر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا۔

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فوراً بعد یمن سے اسود انسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ قبیلہ انس کا سردار تھا۔ اس نے پڑوسی سرداروں کے ساتھ مل کر کافی بھاری فوج اکٹھی کی اور اسلام کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اور اسے مسلمانوں سے شکست ہوئی اور قتل کر دیا گیا۔ چونکہ وہ بدصورت تھا اور اپنی بدصورتی کو چھوپانے کے لیے نقاب پہنتا تھا اس وجہ سے اسے نقاب پوش نبی بھی کہتے ہیں۔

ایک اور کذاب دجال نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا جس کا نام طُلیحہ تھا۔ اس کا تعلق عرب کے شمالی علاقے میں ایک قبیلہ بنو اسد سے تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا وصال ہو گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی میں کوئی بھی

فوج اس کے لیے روانہ نہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بعد میں طُلیحہ بھی مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کی فوج میں داخل ہو گیا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں جنگوں میں بھی حصہ لیا۔

عرب میں سے ایک سُجّاح نامی دل کش عیسائی عورت تھی۔ اُس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وصال کے فوراً بعد جب اس کو مُسیلمہ اور طُلیحہ کے اعلانِ نبوت کے بارے میں پتا چلا تو اس نے بھی اعلانِ نبوت کر دیا۔ اس کا تعلق بنی تمیم سے تھا۔ مُسیلمہ نے سُجّاح کو یمامہ میں دعوت دی اور فیصلہ کیا کہ فوجیں ملا لیں۔ سجّاح نے مُسیلمہ کذّاب سے شادی کر لی۔ سُجّاح تین دن رکنے کے بعد واپس عراق چلی گئی اور جب مسلمانوں نے عراق فتح کیا تو اس نے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

عرب کے ایک قبلیہ بنو حنیفہ سے ایک مُسیلمہ بن حبیب نامی کذاب (جس کا ذکر اوپر بھی سُجّاح کے ساتھ آ چکا ہے) نبوت کا مدعی ہوا۔ یہ اسلام کا سب سے خطرناک دشمن تھا۔ اس نے نمازوں میں کمی کر دی اور اپنے ماننے والوں کو روزہ اور زکوٰۃ سے فارغ کر دیا اور شراب اور شہوت کو حلال قرار دے دیا۔ اس نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خط بھیجا جب میں لکھا تھا اور درخواست کی تھی کہ جزیرۂ عرب کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے جس میں سے آدھا مسلمانوں کے لیے ہو اور آدھا مُسیلمہ اور اس کے امتیوں کے لیے ہو۔ خط کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"مسیلمہ رسول اللہ (معاذ اللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے۔ اب زمین کو آدھی میری کر دیں اور آدھی آپ کی۔"

نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اس سے کذاب کے نام سے خطاب کیا اور کہا کہ ساری زمین خدا کی ہے اور اُس نے اِس کی حکومت ان لوگوں کو دی ہے جسے اُس نے چاہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے واپس جانے والے خط کے کچھ الفاظ درج ذیل ہیں:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے مسیلمہ الکذاب کے لیے۔ زمین خدا کی ہے۔۔۔"

حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں مُسیلمہ کے پاس پہلا لشکر ابو جہل کے بیٹے حضرت اکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا جسے بری طرح سے شکست ہوئی۔ پھر انہوں نے دوسرا لشکر حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں 12 ہجری میں بھیجا۔ اور مُسیلمہ کی فوج میں اُس وقت چالیس ہزار آدمی موجود تھے۔

مُسیلمہ سے جب لڑائی کرنے حضرت خالد بن ولیدؓ گئے تو اُس کذاب کے اُمتی پہنچے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی (معاذ اللہ) کچھ وحی آ رہی ہے؟ اُس نے کپڑا اوڑا اور جھرجھری آئی۔ کپڑا اُٹھا کے کہا کہ ثابت قدم رہو۔ جب حضرت زید ابن خطابؓ نے پھاٹک کھول دیا اور فوج اندر آ گئی تو اُس کے اُمتیوں نے پھر پوچھا۔ پھر اُسی طرح کپڑا اوڑا اور جھرجھری آئی۔ کپڑا اُٹھا کر کہا بھاگو اور اپنی جانیں بچاؤ۔

اُس وقت حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے اُسی نیزے سے جس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اُسی انداز میں جس طرح حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اُس کا قتل کر دیا اور کہا : " ایک دن اُحد کے میدان میں میں نے دنیا کے سب سے اچھے انسان (حضرت امیر حمزہؓ) کا قتل کیا تھا اور آج میں نے دنیا کے سب سے بُرے شخص کا قتل کیا ہے۔" اور خود بھی شہید ہو گئے۔

مُسیلمہ کذّاب سے جب جنگ جیت کر حضرت خالد بن ولیدؓ صدیقِ اکبرؓ کے پاس آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ اُس جھوٹے نبی کا کوئی ایک نمونہ تو پیش کرو اُس کے الہام کا۔ خالد بن ولیدؓ نے سنایا۔ "اے مینڈک! تو کتنا اچھا مینڈک ہے۔ جب تو پانی میں بیٹھتا ہے۔ نہ تو کسی کو ستاتا ہے۔ نہ تجھے کوئی ستاتا ہے۔"

آج تک بڑے شاعروں نے اور بڑے دانشوروں نے اس کتاب اللہ 'قرآنِ کریم' کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ ڈینمارک سے ایک کتاب چھپی جس کا نام فرقان الحق رکھا گیا۔ جس کی عربی بنائی اور انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس کی 77 سورتیں ہیں۔ لیکن آج تک کوئی بھی قرآن کے چیلنج من مثلہ کو نہ پورا کر سکا۔

ابھی تک ہم نے دیکھا کہ قرآن کتنی عظیم کتابِ ناطق ہے کہ جس میں ہر چیز موجود ہے۔ اب قرآن کے ترجموں کی طرف چلتے ہیں۔ ایک دور تھا کہ علماء کرام قرآن کا ترجمہ کرنے سے سخت منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر آدمی اِس میں اپنا مقصد بیان کرے گا اور قرآن کے ساتھ زیادتی کرے گا۔ اگر کوئی قرآن کا مطلب جاننا چاہتا ہے تو پہلے عربی کا علم حاصل کرے اور پھر پڑھے۔ زیادہ دور نہیں کہ ایک سندھی عالم نے 270 ہجری میں قرآن کا پہلا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ کچھ جگہ یہ پڑھنے کو بھی ملا کہ قرآن کا پہلا ترجمہ لاطینی زبام میں ہوا۔ اور قرآن کا روسی زبان میں ترجمہ جمال الدین افغانی کی کوششوں سے کیا گیا۔ قرآن مجید کا سپینی زبان میں ترجمہ الفاسونے 1844 عیسوی میں کروایا۔

جب اُردو کا دور شروع ہوا تو 1131 میں قاضی معظم سمجھ لی نے قرآن کا اُردو زبان میں سب سے پہلے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ آج بھی بھوپال میں نور الحسن بھوپالی کے بڑے مشہور کتب خانہ میں موجود ہے۔

1150 ھ میں ایک اُردو ترجمہ لکھا گیا۔ حیدر آباد میں دکن میں ایک بہت بڑی لائبریری ہے جس کا نام انڈین لائبریری (INDIAN LIBRARY) ہے۔ نظامِ دکن کے دور میں اس کو کتب خانہ آصفیہ کہتے تھے۔ وہاں اس ترجمے کا قلمی نسخہ حیدر آباد، دکن، کی زبان میں موجود ہے، جو کہ عام اُردو سے تھوڑی سی مختلف ہے۔ اس کا پہلا صفحہ پھٹ گیا ہے جس کی وجہ سے مترجم کا نام نہیں پتا لگ سکا۔

جب اُردو تھوڑی بہتر ہوئی تو 1190 ھ یعنی 1776 ئ میں حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ نے دہلی سے سب سے پہلا تحت اللفظ ترجمہ کیا۔ چونکہ عربی لفظ کے نیچے اس کا اُردو ترجمہ تھا اس وجہ سے یہ ترجمہ عموماً مناظروں میں استعمال ہوتا۔ اس کے 15 سال بعد 1205 ھ میں ان کے بھائی شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے اور آسان زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ شاہ ولی اللہؒ کے بیٹوں کے دور کا آخری اُردو ترجمہ تھا۔

اپریل 1970ئ تک برّصغیر میں اُردو کے 257 مکمل ترجمے ہو چکے تھے اور 436 نامکمل ترجمے ہو چکے تھے۔یعنی 1970 تک برصغیر میں اُردو ترجموں کی تعداد 693 تک پہنچ گئی۔ اور اب تک 700 سے اوپر ہیں۔

امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت، الشاہ احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کو صدر شریعت، حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ)، مصنف بہارِ شریعت، نے کہا کہ اُردو میں کافی ترجمے آ چکے ہیں۔ آپ ایک آسان اور جامع ترجمہ لکھیں کہ لوگوں کو رہنمائی ملے۔ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا کہ ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کا معمول اگر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) صرف دو سے تین گھنٹے سوتے تھے اور باقی سارا وقت نماز، اوراد اور فتا ویٰ نویسی میں گزر جاتا مولانا اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بہت اسرار کے بعد اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے میرے پاس تھوڑا سا وقت ہوتا تو آپ روزانہ کاغذ، قلم لے کر تیار رہا کریں اور میں آجایا کروں گا۔ جن لوگوں کے سامنے یہ ترجمہ ہوا وہ کہتے ہیں کہ مولانا اعظمیؒ کاغذ اور قلم لے کر تیار رہتے اور اعلیٰحضرتؒ دو منٹ میں ایک رکوع کا ترجمہ کر دیتے اور مولانا اعظمیؒ فوراً اسے لکھ لیتے۔ اسی طرح کبھی پانچ منٹ تو کبھی دم منٹ مل جاتے۔ کبھی دو رکوع کا کبھی پانچ کا کبھی آدھے رکوع کا ترجمہ ہوتا تو کبھی ترجمہ ہوتا ہی نہیں تھا۔

مولانا امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جو ترجمہ اعلیٰ حضرتؒ دو منٹ میں کرتے جب میں اس کو کتب خانہ میں جا کر دو، تین گھنٹے لگا کر دوسری کتب کی روشنی میں دیکھتا تو نتیجہ وہی نکلتا جو اعلیٰ حضرتؒ نے دو منٹ میں لکھوا دیا ہوتا۔

اسی طرح ایک وقت آیا کہ قرآن کا ترجمہ مکمل ہو گیا اور اس کا نام کنزالایمان رکھا گیا۔ پھر وہ ترجمہ صدر الافاضل، مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) سے مانگ کر مراد آباد لے گئے۔ پھر اس پر اپنی تفسیر اور ہاشیہ لکھا اور چھاپ دیا۔ سب سے پہلا کنزالایمان کا ترجمہ مراد آباد سے صدر الافاضل (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاشیئے کے ساتھ چھپا۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس ترجمے میں کیا خاص بات ہے کہ یہ ترجمہ دیگر تراجم سے منفرد ہے؟

(سورۃ یوسف، آیت 8۔) (شیخ الہند، محمود الحسن صاحب) البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے۔

(ابو الاعلیٰ، مودودی صاحب) سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے۔

(اشرف علی تھانوی) واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں۔

(فتح محمد جالندھری) کچھ شک نہیں، ابا صریح غلطی پر ہیں۔

(سلیم الدین شمسی) واقعی ہمارے والد صریح خطا پر ہیں۔

(عبد الماجد دریابادی) بیشک ہمارے باپ تو بالکل ہی بہک گئے۔

(عبد الستار دہلوی اہلحدیث) باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کے ہے۔

کیا نبی کے بیٹے اپنے باپ کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو غلطی پر ہے؟ نبی تو معصوم ہوتے ہیں۔ اب اعلیٰ حضرتؒ کا ترجمہ دیکھیں کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے ان سے کیا کہا۔ قرآن میں آپ دیکھیں کہ حضرت یعقوبؑ زیادہ پیار حضرت یوسفؑ سے کرتے تھے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(سورۃ یوسف، آیت 110) (شیخ الہند، محمود الحسن) یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا جس کو ہم نے چاہا۔

(ابو الاعلیٰ مودودی) پیغمبروں کو پہنچ گئی پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا وعدہ یہ ہے کہ ہم جسے چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں۔

(فتح محمد جالندھری) یہاں تک کے کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اُس میں وہ سچے نہیں نکلے۔

(سلیم الدین شمسی) یہاں تک کے کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور خیال کرنے لگے اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں وہ سچے نہیں نکلے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔

یہاں ظَنُّوْٓا کا فاعل انبیاء نہیں ہیں۔ اس کا فاعل عوام ہے۔ لیکن بڑے سے بڑے عالموں نے یہی غلطی کی کہ اس کا فاعل انبیاء کو سمجھا اور ترجمہ غلط کر دیا۔ نبی تو یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کا ترجمہ وہ پہلا اُردو کا ترجمہ ہے کہ جو غلطیوں سے پاک ہے۔ ابھی ماضی میں ہی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بھی ایک ترجمہ لکھا جس کا نام عرفان القرآن ہے۔ مگر وہ ایک تفسیری ترجمہ ہے جبکہ کنز الایمان ایک مختصر اور جامع ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی محنت کہ انہوں نے قرآن کا سائنسی ترجمہ کیا اور جن جگہوں پر ترجمہ دوسرے تراجم سے اختلاف کرتا وہاں حوالہ دے دیا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ کنز الایمان ہی وہ پہلا ترجمہ ہے جو کہ بالکل صحیح اور اہل سنت کے عقائد کی تصدیق کرتا ہے۔

(سورۃ الانبیاء، آیت 87) (شیخ الہند، محمود الحسن) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصے ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نا پکڑ سکیں گے اس کو۔

کسی نے ترجمہ کیا: اللہ کے نبی نے یہ گمان کیا کہ ہم اس کو پکڑ نہیں سکیں گے۔

کسی نے ترجمہ کیا: ہم اس کے پکڑنے پر قدرت نہیں رکھتے

کسی نے ترجمہ کیا: اور ذوالنون کو دیکھو مچھلی والے کو جب وہ چلا غصے بھرا گمان کیا کہ ہم اس کے پکڑنے پر قادر نہیں۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور ذوالنون کو یاد کرو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے۔

کیا حضرت یونس (علیہ السلام) جو اللہ کے نبی تھے وہ یہ گمان کر سکتے تھے کہ اللہ انہیں نہیں پکڑ سکتا؟ ہر گز نہیں! کیوں کہ نبی کا تو مطلب ہی غیب کہ خبریں دینے والا اور نبی معصوم ہوتے ہیں اور گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ترجمہ کیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے

اگر یہ ترجمہ کوئی عورت پڑھے تو کیا پڑھے؟ اگر تو وہ کہے شروع کرتی ہوں تو وہ ترجمہ اس کا اپنا ہو جائے گا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اتنا جامع ہے کہ میرے خیال میں اگر قرآن میں ہر چیز کا علم موجود ہے تو کنز الایمان اور قرآن میں کوئی فرق نہیں اور کنز الایمان میں بھی وہ جامع الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے قرآن کے ایک ایک نقطے کا اُردو ترجمہ ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا۔ اب یہ ترجمہ عورت بھی پڑھے اور مرد بھی پڑھے۔ اور شاید یہ بسم اللہ کا پہلا ایسا ترجمہ ہے۔

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ (سورۃ الضحیٰ، آیت 7)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکتا ہوا۔ پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

دریافت ترا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس رہ نمود۔ (شاہ ولی اللہؒ)

اور آپ کو بے خبر پایا، سو رستہ بتایا۔ (عبد الماجد دریابادی)

اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو کیا (تمہیں) ہدایت (نہیں) کی؟ (مرزا حیرت دہلوی)

اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور تمہیں اپنی محبت میں خود یافتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

تمام مترجمین کرام نے ضَآلاً کا ترجمہ بھٹکا ہوا، گمراہ وغیرہ کیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں سورۃ النجم میں آیت نمبر 2 میں فرماتا ہے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ آپ کے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَکَ ا اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (سورۃ الفتح، آیت 1-2)

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبد القادرؒ)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو جتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہو۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

ہر آئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہِ تو د آنچہ پس ماند۔ (شاہ ولی اللہؒ)

بے شک ہم نے آپ کو کُھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبد الماجد دریابادی)

اے اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی۔ در حقیقت ہم نے تمہاری طرف کھلم کُھلا فتح دی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (اشرف علی تھانوی)

بے شک اے نبی ہم نے تمہیں ایک فتح ظاہر عنایت کی اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

"Surely we have given thee (you) a manifest victory, that God may forgive thee (you) The former and the latters sins." (A. J. Arberry).

(1) Lo! We have given thee (O Muhammad) a signal victory,

(2) That Allah may forgive thee of that sin, that which is past and that which is to come." (Marmaduke Pickthall).

(Ala Hazrat Imam Ahmad Raza Khan Barelvi, Kanz-ul-Iman in English):

1. Undoubtedly, We have granted you a clear victory.

2. That Allah may forgive the sins of your farmers and of your lathers on account of you and may complete His favours upon you and may show you straight path.

ان تمام تراجم سے تو یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، جو کہ سید الانبیاء ہیں، گنہگار ہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ جبکہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ صدر الشریعۃ حضرت علامہ مفتی حکیم ابو الاعلیٰ محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تصنیف بہارِ شریعت کے حصہ اول 'اسلامی عقائد' میں باب نمبر 3 'عقائدِ متعلّقہ نبوت' میں عصمتِ انبیاء میں عقیدہ نمبر 7 میں لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہ باصفات ذمیمہ نیز ایسے افعا ل سے جو وجوہات اور مروّت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمداً صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (اصول بزدوی، ص 167) سوائے اعلیٰ حضرت کے، سارے مترجموں نے سید الانبیاء کو گنہگا ر بنادیا۔ تو پھر اعلیٰ حضرت کا ہی ایک ایسا ترجمہ ہے جو کہ قرآن کی ہر آیت کا صحیح صحیح اور جامع ترجمہ ہے۔

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ ط (سورۃ شوریٰ، آیت 24)

ترجمہ: پس اگر خواہد خدا مُہر بر دل تو (شاہ ولی اللہؒ)

پس اگر چاہتا اللہ مُہر کر دے تیرے دل پر (شاہ رفیع الدینؒ)

سو اگر چاہے مُہر کر دے تیرے دل پر (شاہ عبد القادرؒ)

سو اگر اللہ چاہے تو آپکے قلب پر مُہر لگا دے (عبد الماجد دریابادی)

سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (اشرف علی تھانوی)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل اپنی رحمت و حفاظت کی مُہر لگا دے۔

سوائے اعلیٰحضرت بریلویؒ کے تمام ترجموں سے پڑھنے والا یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دلِ اطہر پر مُہر لگانے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر چھوڑ دیا ورنہ مہر لگا دیتا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ہونا کوئی غیر معمولی اور بڑی بات نہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ بھلا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے اور وہ بھی جس پر نبوت کا خاتمہ ہو منتخب کرے اور پھر خود ہی اس کو بار بار سرزنش کرے کیونکر ہو سکتا ہے؟

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ۔

(سورۃ الاحزاب، آیت 37)

ترجمہ: اور جس وقت کہ کہتا تھا تو واسطے اس شخص کے کہ نعمت رکھی ہے اللہ نے اوپر اس کے اور نعمت رکھی ہے تو نے اوپر اس کے تھام رکھ اوپر اور اپنے بی بی اپنی کو اور ڈر خدا سے اور چھپاتا تھا تو بیچ جی اپنے کے جو کچھ کہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے اس کا اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے اور اللہ بہت لائق ہے اس کا کہ ڈرے تو اس سے۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو۔ (شیخ الہند، محمود الحسن)

اے نبی یاد کرو وہ موقع جب تم اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے رُاس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اُسے کا زیادہ حقدار ہے۔ (ابو الاعلیٰ مودودی)

اور جب تم اُس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

اور جب فرماتے تھے آپ واسطے اُس کے کہ انعام فرمایا اللہ نے پر جس اور انعام کیا آپ نے پر اُس روک رکھو تو اوپر اپنے بیوی اپنی کو اور ڈر تو اللہ سے اور چھپاتے تھے آپ میں دل اپنے وہ بات جو کہ اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اُس کو اور خوف رکھتے تھے آپ لوگوں سے اور اللہ زیا دہ حق دار ہے۔ (مفتی محمد رضا المصطفےٰ)

اور اے نبی اس وقت کو یاد کریں جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے عنایت کی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو روکے رکھے اور اللہ سے ڈرے اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا آپ اس معاملے میں لوگو ں سے ڈر رہے تھے حالاں کہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔(محمد رفیق چوہدری)

اور یاد کیجئے جب آپ نے فرمایا اُس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی احسان فرمایا اپنی بی بی کو زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے جی میں و ہ بات جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے طعن وشبیہ کا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے۔(پیر کرم شاہ صاحبؒ)

اور (اے حبیب!) یاد کیجئے جب آپ نے اس شخص سے فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا تھا اور اس پر آپ نے (بھی) اِنعام فرمایا تھا کہ تُو اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں روکے رکھ اور اللہ سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ بات ☆ پوشیدہ رکھ رہے تھے جِسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں حیاءً) لوگوں (کی طعنہ زنی) کا خوف رکھتے تھے۔ (اے حبیب! لوگوں کو خاطر میں لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی) اور فقط اللہ ہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کا خوف رکھیں (اور وہ آپ سے بڑھ کر کس میں ہے؟)۔

☆: (کہ زینب کی تمہارے ساتھ مصالحت نہ ہو سکے گی اور منشاء ایزدی کے تحت وہ طلاق کے بعد ازواجِ مطہرات میں داخل ہوں گی)۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور اے محبوب! یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اُس کا خوف رکھو۔

سوائے اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے صرف پیر کرم شاہ صاحبؒ نے بھی ایسا ترجمہ کیا۔ باقی سب نے لکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کا خوف یا لوگوں کا ڈر تھا۔ پیر کرم شاہ صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعنہ کو اند یشہ تھا۔ اولیاء اگر انبیاء سے کم رتبے پر ہیں اور اُن کے لیے قرآنِ کریم میں ارشاد ہے الآ ان اولیاءاللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ کہ انہیں کوئی خوف اور ڈر نہیں تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ انبیاء اور وہ بھی سیّد الانبیاء کو کسی چیز کا خوف ہو؟

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُم بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ ا اللهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 120)

ترجمہ: اور کبھی چلا تو ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور البتہ اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کے پیچھے اس چیز کے آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ مدد گار۔(شاہ رفیع الدینؒ)

اگر پیروی کردی آرزوئے باطل ایشاں راپس آنچہ آمدہ است بتواز دانش نہ باشد ترابرائے اخلاص از عذاب خدا ہیچ دوستی ونہ یارے دہند ۔ (شاہ ولی اللہؒ)

اور اگر آپ بعد اس کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے انکی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہو گا نہ مدد گار۔(عبد الماجد دریابادی)

اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے۔ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ مدد گار۔(ڈپٹی نذیر احمد)

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا یار نکلے نہ مدد گار۔ (اشرف علی تھانوی)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنزالایمان) اور (اے سننے والے کے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آ چکا تو اللہ سے کوئی رتیرا بچانے والا ہو گا اور نہ مدد گار۔

سوائے اعلیٰحضرت بریلویؒ کے ان تمام ترجموں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات پر زجر و توبیخ کی جارہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان کی پیروی کروگے (نعوذ باللہ) لہٰذا اگر ایسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ پکڑیں گے کہ کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ بھلا بتایئے یہ کیا بات ہوئی حالانکہ تفسیر خازن (جلد اوّل، ص: 87) میں ہے کہ اِنّہ خطاب لنبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والمراد بہ امتہ یہ خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے لیکن اس سے مراد اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلمہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو ان حضرات کو ترجموں میں یہ بات واضح کرنی چاہیے تھی کہ نہ ایسا ترجمہ کرتے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقنیص ہوئی ہو۔ اعلیٰحضرت بریلویؒ نے اس لفظ کے ترجمے میں یہ کمال کیا کہ ترجمہ وہ کر دیا جو منشائے مولیٰ اور تقاضائے اَدب تھا۔ میرے خیال میں اس سے مختصر اور جامع ترجمہ آج تک کسی سے نہیں بن سکا۔ جو تراجم منشائے مولیٰ سے خالی اور گستاخی سے بھرے ہوتے ہیں کافروں کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اور جو کوئی منشائے مولیٰ کے خلاف ترجمہ کر کے قرآن کے ساتھ زیادتی کرے اور عدل و انصاف نہ کرے تو اس کے لیے خسارے کے علاوہ قرآن میں کچھ بھی نہیں۔

ہم میں سے اکثر لوگ شادی بیاہ پر یا ویسے ہی کسی تقریب پر قرآنِ کریم بمع ترجمہ تحفے کے طور پر دینا پسند کرتے ہیں۔ تو میری ان لوگوں سے گزارش ہے کہ ہمیشہ کنزالایمان کا ترجمہ ہی تحفے میں دیں اور خود بھی وہی ترجمہ پڑھیں تاکہ ہمیں قرآن کا اصل مطلب و مقصد پتا چل سکے اور ہم گستاخی سے بچ سکیں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰـغُ الْمُبِيْنُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَادِرِ ذِی الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ o اَلَّذِی اَرسَلَ الاَنْبِيَآءِ بِالْهِدَايَةِ وَالتَّلْقِيْنِ o وَوَلَّی الْاَوْلِيَآءِ لِاِحْيَاءِ الدِّيْنِ ط وَاَظْهَرَ الْمُعجِزَاتِ وَالْكَرَامَاتِ بِاَيْدِيْهِمْ تَـنْبِيْهًا لِلْمُنكِرِينَ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا الْكَوْنَيْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَيْنِ غَيَاثِ الدَّارَيْنِ وَمُغِيْثِ الْمَلْوَ يْنِ اِمَامِ الْقِبْلَـتَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا عَظِيْمِ الاٰبَاءِ مِنْ سَيِّدِنَا آدَمَ اِلٰی سَيِّدِنَا عَبْدِ ا اللهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَرِيْمِ الْاُمَّهَاتِ مِنْ سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ حَوَّاءَ اِلٰی سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ آمِنَةِ وَسَيِّدَتِنَا حَلِيْمَةِ بِعَدَدِ كُلِّ مَعلُوْمٍ لَّكَ يَا عَ لِيْمُ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاَهلِ بَيتِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَ زْوَاجِه وَاَوْلَادِهِ سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ وَسَيِّدِنَا عَبْدِا اللهِ وَسَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَسَيِّدِنَا زَيْدٍ وَّعَمَّاتِهِ وَبَنَاتِهِ سَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَا اُمِّ مَوْلَانَا الْاِمَامِ الْحَسَنِ وَاُمِّ مَوْلَانَا الْاِمَامِ الْحُسَيْنِ وَسَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ زَيْنَبَ وَسَيِّدَتِنَا رُقَيَّةِ وَسَيِّدَتِنَا السِّيِّدَةِ اُمِّ كُلْثُوْمِ وَسَيِّدَتِنَا السَّيِّدَةِ زَيْنَبَ فِی كُلِّ لَـمْحَةٍ وَنَفْسٍ عَدَدَ مَاوَسِعَةَ عِلْمُ اللهِ۔ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ فَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰی فِی الْقُراٰنِ الْكَرِيْمِ بُرْهَانِ الرَّشِيْدِ فُرْقَانِ الْمَجِيْدِ نُورٌ مُّبِيْنِ ذِكْرِ الْعَظِيْمِ:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُراٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُ ؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (پارہ نمبر 15 سبحٰن الذیٓ، سورۃ بنیٓ اسرآئیل، آیت 82) صدق اللہ العظیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے اپنے مضمون کا آغاز قرآنِ کریم میں سے پارہ نمبر 15 کی سورۃ بنی اسرائیل / الاسراء کی ایک آیتِ مبارکہ سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ پہلی الہامی کتابوں کی نسبت قرآنِ کریم میں کیا خوبیاں ہیں۔ میں نے جس آیت سے آغاز کرنے کی کوشش کی اُس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآن میں شفاء صرف مومنوں کے لیے ہے۔ اور جو کوئی بھی اس کے ساتھ عدل و انصاف نہ کرے اور جو کوئی بھی اس کا ترجمہ فی الواقع وہ بیان نہ کرے گا، قرآن میں اُس شخص کے لیے سوائے خسارے کے اور کچھ بھی نہیں۔ قرآن کریم اس کے لیے شفاء نہیں ہو گا بلکہ اس کے حق میں نقصان دے گا۔ جس طرح کے خود قرآنِ کریم میں اس بات کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 26 میں آتا ہے:

يُضِلُّ بِه كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِیْ بِه كَثِيْرًا ط۔ اور بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 26)

اگر اِن دونوں آیات کو اکٹھا دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقانِ حمید سے بہت سے لوگوں کو ہدایتِ کامل ملتی ہے اور وہ جب مومن کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کے لیے یہی قرآنِ مجید شفاء کا کام دیتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کا اصل مطلب نہیں سمجھ پاتے اور اس میں منشائے

ربِّ تعالیٰ ڈھونڈنے کی بجائے اپنی مرضی تلاش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے قرآن میں خسارے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ وہ اسی کتاب اللہ سے بہک جاتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی ا الله عنها: أَنَّ النَّبِيَّ صلى ا الله عليه وآله وسلم كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَات فِيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرْكَتِ ها۔ فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَيْفَ يَنْفُثُ؟ قَالَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ۔متفق عليه وهذا لفظ البخاري۔ (اخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الطب، باب: الرقى بالقرآن والمعوذات، ٥/٥٦١٢، الرقم: ٣٠٤٥، وفي باب: في المراة ترقي الرجل، ٥/٠٧١٢، الرقم: ٩١٤٥، ومسلم في الصحيح، كتاب : الاسلام، باب: رقية المريض، ٤/٣٢٧١، الرقم: ٢٩١٢، وابن ماجة في السنن، كتاب : الطب، باب: ما يدعو به اذا أوى الى فراشه، ٢/٥٧٢١، الرقم: ٥٧٨٣، والنسائي في السنن الكبرى، ٤/٥٥٢، الرقم: ٦٨٠٧، ومالک في الموطأ، ٢/٢٤٩، الرقم: ٧٨٦١، وأحمد بن حنبل في المسند، ٦/٤١١، الرقم: ٥٧٨٤٢، ٦٠٣٦٢، وابن حبان في الصحيح، ٧/٠٣٢، الرقم: ٣٦٩٢، وعبد بن حميد في المسند، ١/٩٢٤، الرقم: ٤٧٤١)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس مرض میں جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے، جب تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں یہی سورتیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی تھی اور بابرکت ہونے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (اپنا) دست اقدس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھیرا کرتیں۔ میں (معمر) نے (ماما ابن شہاب) زہری سے پوچھا کہ آپ دم کس طرح کیا کرتے تھے؟ فرمایا: سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیا کرتے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى ا الله عليه وآله وسلم إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ، نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ۔ جَعَلْتُ أَنْفَثُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُهُ بِ يَدِ نَفْسِهِ۔ لِأَنَّهَا كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْ يَدِي۔وفي رواية: بِمُعَوِّذَاتٍ۔ متفق عليه وهذا لفظ مسلم۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: فضائل القرآن، باب: فضل المعوذات، ٤/٦١٩١، الرقم: ٨٢٧٤، ومسلم في الصحيح، كتاب: الاسلام، باب: رقية المريض بالمعوذات والنفث، ٤/٣٢٧١، الرقم: ٢٩١٢، وأبو داود في السنن، كتاب : الطب، باب: كيف رقى، ٤/٥١، الرقم: ٢٠٩٣، وابن ماجه في السنن، كتاب : الطب، باب: النفث في الرقية، ٢/٦٦١١، الرقم: ٩٢٥٣، والنسائي في السنن الكبرى، ٦/٠٥٢، الرقم: ٧٤٨٠١)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر اس پر دم کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرضِ وصال میں مبتلا تھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھیرتی، کیونکہ آپ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی اور ایک روایت میں بِمُعَوِّذات کے الفاظ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا أَوَى اِلَى فِرَاشِه نَفَثَ فِي كَفَّيْه۔ (بِقُلْ هوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)وَبِالْمُعَوَّذَتَيْنِ جَمِيْعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاه مِنْ جَسْدِه، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَالِكَ بِه۔ رواه البخاری۔ (أخرجه البخاری في الصحيح، كتاب: الطب، باب: النفث في الرقية، ۵/۹۶۱۲، الرقم: ۶۱۴۵، وابن حبان في الصحيح، ۲۱/۲۵۳، الرقم: ۳۴۵۵، وأحمد بن حنبل في المسند، ۶/۴۵۱، الرقم: ۹۴۲۵۲، والحكيم الترمذي في نوادر الأصول، ۳/۳۱۲)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے بستر پر تشر یف لے جاتے تو "سورۃ اخلاص"، "سورۃ الفلق" اور "سورۃ الناس" پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے پھر انہیں اپنے چہرہ انور پر ملتے اور جہاں تک جسم اطہر تک ہاتھ پہنچتے وہاں تک ہاتھ پھیرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو (نقاہت کی بنا پر خود ایسا نہ کر سکنے کے باعث) مجھے اپنے جسم پر (معوذات پڑھ کر) ہاتھ پھیرنے کا حکم فرمایا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنه قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْأَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰہ يَتَعَوَّذُ (بِأَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) وَيَقُوْلُ: يَا عُقْبَةُ! تَعَوَّذْ بِهمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذْ بِمِثْلِهمَا۔ قَالَ : وَسَمِعْتُه يُؤَمُّنَا بِهمَا فِي الصَّلَاة۔ رواه أبو داود والبيهقی۔ (أخرجه أبوداود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: في المعوذتين، ۲/۳۷، الرقم: ۳۶۴۱، والبيهقی في السنن الكبرى، ۲/۴۹۲، الرقم: ۶۵۹۳، وَفي شعب الايمان، ۲/۱۱۵، ۷۱۵، الرقم: ۳۶۵۲، ۳۷۵۲، والمنذري في الترغيب والترهيب، ۲/۱۵۲، الرقم: ۳۸۲۲)۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں تیز آندھی اور بہت زیادہ تاریکی نے آگھیرا، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے لگے اور فرماتے جاتے: اے عقبہ! تم بھی ان دونوں کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگو، پس کوئی بھی پناہ مانگنے والا ان کی مثل سورتوں سے پناہ نہیں مانگتا (مگر یہ کہ اسے پناہ دے دی جاتی ہے)۔ اور راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان (سورتوں کی تلاوت) کے ساتھ (بھی) امامت کراتے ہوئے سنا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنه قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَه عَلَى الْأَرْضِ فَلَدِغَتْه عَقْرَبٌ فَتَنَاوَلَها رَسُول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِنَعْلِه فَقَتَلَها فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : لَعْنَ اللّٰہ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَه أَوْ نَبِيًا وَلَا غَيْرَه اِلَّا لَدِغَتْهمْ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَائٍ فَجَعَلَه فِي اِنَائٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّه عَلَى اِصْبِعِه حَيْثُ لَدَغَتْه وَيَمْسَحُها وَيُعَوِّذُها بِالْمُعَوَّذَتَيْنِ۔ رواه ابن ماجة مختصرا وابن أبي شيبة واللفظ له والبيهقي والطبراني۔ واسناده حسن۔ (أخرجه ابن ماجه عن عائشة رضی اللہ عنها في السنن، كتاب: اقامة الصلاة السنة فيها، باب : ما جاءفي قتل الحية والعقرب في الصلاة، ۱/۵۹۳، الرقم: ۶۴۲۱، وابن أبي شيبة في المصنف، ۵/۴۴، الرقم: ۳۵۵۳۲، والبيهقي في شعب الايمان ۲/۷۱۵، الرقم: ۵۷۵۲، والطبراني في المعجم

الأوسط، ٦/١٩، الرقم: ٩٨٥، وفي المعجم الصغير، ٢/٧٨، الرقم: ٠٣٨، والديلمي في الفردوس بمايثور الخطاب، ٣/٥٦٤، الرقم: ٢٤٤٥، والهيثمي في مجمع الزوائد، ٥/١١١، وقال: اسناده حسن)۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچھو نے ڈس لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے نعلین مبارک سے مار ڈالا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچھو پر اللہ کی لعنت ہو کہ وہ نمازی، غیر نمازی اور نبی اور غیر نبی کسی کو بلا امتیاز ڈسنے سے باز نہیں آتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی اور نمک منگوایا، ان کو ایک برتن میں حل کیا اور پھر اس کو اپنی اس انگلی پر ڈالنا شروع کر دیا جہاں سے بچھو نے ڈسا تھا اور اس پر دست اقدس پھیرنے لگے اور اس انگلی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معوذتین پڑھ کر دم فرمانے لگے۔

وفي رواية للطبراني والبيهقي : رواه ابن فضيل عن مطرف: لَمْ يَذْكُرْ تَنَاوُلَـها بِالْفِعْلِ قَالَ : ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، وَمِلْحٍ وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْها وَيَقْرَأُ : (قُلْ هوَ اللّٰه أَحَدٌ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔ (أخرجه ابن ماجه عن عائشة رضى ا الله عنها ف] السنن، كتاب: اقامة الصلاة السنة فيها، باب : ما جاءفي قتل الحية والعقرب في الصلاة، ١/٥٩٣، الرقم: ٦٤٢١، وابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٤، الرقم: ٣٥٥٣٢، والبيهقي في شعب الايمان ٢/٧١٥، الرقم: ٥٧٥٢، والطبراني في المعجم الأوسط، ٦/١٩، الرقم: ٩٨٥، وفي المعجم الصغير، ٢/٧٨، الرقم: ٠٣٨، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، ٣/٥٦٤، الرقم: ٢٤٤٥، والهيثمي في مجمع الزوائد، ٥/١١١، وقال: اسناده حسن)۔

ترجمہ۔ طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ ابن فضیل نے مطرف سے روایت کیا اور انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بچھو کو مار دینے کا ذکر نہیں کیا (صرف اتنا بیان کیا کہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے پانی اور نمک منگوایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انگشت مبارکہ پر اپنا دست اقدس پھیرنا شروع کیا اور ساتھ یہ (سورتیں) بھی پڑھتے جاتے۔ (قُلْ هوَ اللّٰه أَحَدٌ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰه رضى ا الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم: عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ: الْقُرْآنُ، وَالْعَسَلُ۔ رواه الحاكم وابن أبي شيبة والطبراني والبيهقي واللفظ له۔ وقال : رفعه زيد بن الحباب والصحيح موقوف على ابن مسعود۔ وقال الحاكم: هذا حديث الصحيح على شرط مسلم۔ (أخرجه الحاكم، في المستدرک، ٤/٣٢٢، الرقم: ٧٣٤٧، وابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٠٦، الرقم: ٩٨٦٣٢،٦/٦٢١، الرقم: ٩١٠٠٣، والطبراني في المعجم الكبير، ٩/٢٢٢، الرقم: ٦٧٠٩، والبيهقى في شعب الايمان، ٢/٩١٥، الرقم: ١٨٥٢)۔ ترجمہ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو: ایک قرآن اور دوسری شہد۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: فِي الْقُرْآنِ شِفَاءَ انِ: الْقُرْاَنُ وَالْعَسَلُ الْقُرْآنُ شَفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَالْعَسَلُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔ رواه البيهقي وقال : هذا هو الصحيح موقوف۔ (أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ۹/۵۴۳)۔ ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو شفائیں ہیں۔ ان میں سے ایک قرآن (خود) اور دوسری شفاء شہد ہے قرآن مجید سینوں کی تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور شہد دیگر تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَجُلًا شَكَى اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَجْعَ حَلْقِه قَالَ: عَلَيْكَ بِقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ۔ رواه البيهقي۔ (أخرجه البيهقي في شعب الايمان، ۲/۹۱۵، الرقم: ۸۵۲)۔ ترجمہ۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے گلے میں تکلیف کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے اوپر قرآن مجید کی تلاوت کو لازم کر لو (گلے کی تکلیف جاتی رہے گی)۔

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مَصْرَفٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ يُقَالُ: اِنَّ الْمَرِيْضَ اِذَا قُرِيئَ عِنْدَه الْقُرْآنُ وَجَدَ لَه خِفَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى خَيْثَمَةَ وَهوَ مَرِيْضٌ فَقُلْتُ : اِنِّي أَرَاكَ الْيَومَ صَالِحًا قَالَ : اِنَّه قُرِيئَ عِنْدِي الْقُرْآنُ۔ رواه البيهقي۔ (أخرجه البيهقي في شعب الا يمان، ۲/۸۱۵، الرقم: ۹۷۵۲)۔ ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا تھا کہ بے شک مریض کے قریب جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ اپنی تکلیف میں افاقہ محسوس کرتا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آج آپ کو درست حالت میں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا ہے (یہ اسی کی برکت سے ہوا ہے)۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَمْسٌ يَذْهبْنَ بِالنِّسْيَانِ وَيَزِدْنَ فِي الْحِفْظَ وَيَذْهبْنَ الْبَلَغَمَ : السِّوَاكُ وَالصِّيَامُ وَقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ وَالْعَسْلُ وَاللُّبَانُ۔ رواه الديلمي۔ (أخرجه الديلمي في الفردوس بما ثور الخطاب، ۲/۷۹۱، الرقم: ۷۹۲)۔ ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں بھولنے کی بیماری دور کرتی ہیں اور حافظہ میں اضافہ کرتی ہیں اور بلغم کو ختم کرتی ہیں (وہ چیزیں یہ ہیں:) مسواک، روزے، قرآن مجید کی تلاوت، شہد اور دودھ۔

مندرجہ بالا احادیث قرآن کا مومنوں کے لئے شفاء ہونے کے متعلق تھیں۔ قرآنِ کریم کو متقین، مسلمین اور تمام عالمین کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو دیسی گھی کھانے کی عادت نہیں اور بازار کی خراب چیزیں کھاتا ہے تو جب وہ دیسی گھی کھائے گا تو وہ دیسی گھی جس میں بہت سے فائدے ہیں اس کی طبیعت کے خراب ہونے کا باعث بنے گا۔ وہی دیسی گھی جو کہ شفاء ہے اِس شخص کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اِ سے خالص چیزیں کھانے کی عادت نہیں اور خراب چیزوں نے اس کے نظام کو بھی خراب کر دیا ہے۔ اِسی طرح قرآنِ کریم بھی ایک خالص کتاب اللہ ہے اور اگر کسی کا نظام شیطان کے ساتھ رہ کر اور شیطانی کام کر کے خراب ہو چکا ہو تو یہ قرآن اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر وہ قرآ ن کو اپنی مرضی کے مطابق سمجھنا چاہے تو اِس کے لیے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔ مگر اللہ جسے ہدایت دینا چاہے اُسے ہدایتِ کامل مل جاتی ہے۔ اُس وحدہٗ لاشریک کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں۔ اُن لوگوں کا بیان جنہیں قرآن نفع نہیں دیتا مندرجہ ذیل احادیث میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ وَهوَ بِالْيَمَنِ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِذُهيْبَةٍ فِي تُرْبَتِها فَقَسَمَها بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي مُجَ اشِعٍ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ

بِنْ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّاءِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانِ فَتَغَيَّظَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوْا : يُعْطِيْه صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا، قَالَ: اِنَّمَا اَتَأَلَّفُهمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، اِتَّقِ اللّٰه، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى ا الله عليه وآله وسلم: فَمَنْ يُطِيْعُ اللّٰه اِذَا عَصَيْتُه فَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَلَا تَأْمَنُوْنِي؟ فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاه خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَه النَّبِيُّ صلى ا الله عليه وآله وسلم (وفي رواية أبى نعيم : فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اتَّقِ اللّٰه، وَاعْدِلْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى ا الله عليه وآله وسلم: يَأْمَنُنِي أَهْلُ السَّمَاءِ وَلَا تَأْمَنُوْنِي؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : أَضْرِبُ رَقَبَتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه؟ قَالَ نَعَمْ، فَذَهبَ فَوَجَدَه يُصَلِّي، فَجَاءَ النَّبِيَّ صلى ا الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: وَجَدْتُه يُصَلِّي فَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَضْرِبُ رَقَبَتَه؟) فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صلى ا الله عليه وآله وسلم: اِنَّ مِنْ ضِئْضِيءِ هذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُو قَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدْعُوْنَ أَهْلَ الْأَوثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهمْ لَأَقْتُلَنَّهمْ قَتْلَ عَادٍ۔ متفق علیه۔ وهذا لفظ البخاری۔

(أخرجه البخاری في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب: قول ا الله تعالى: تعرج الملائكة والر وح اليه، ٦/٢٠٧٢، الرقم: ٥٩٩٦، وفي كتاب: الأنبياء، باب: قول ا الله: وأما عاد فأهكلوا بريح صرصر شديدة عاتية، ٣/٩١٢١، الرقم: ٦٦١٣، ومسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: ذكر الخوارج وصفاتهم، ٢/١٤٧، الرقم: ٤٦٠١، وأبو داود في السنن، كتاب : السنة، باب: في كتاب الخوارج، ٤/٣٤٢، الرقم: ٤٦٧٤، والنسائي في السنن، كتاب: تحريم الدم، باب : من شهر سيفة ثم وضعه في الناس، ٧/٨١١، الرقم: ١٠١٤، وفي كتاب الزكاة، باب : المؤلفة قلوبهم، ٥/٧٨، الرقم: ٨٧٥٢، وفي السنن الكبرى، ٦/٦٥٣، الرقم: ١٢٢١١، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم، ٣/٧٢١، الرقم: ٣٧٣٢، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٨٦، ٣٧، الرقم: ٣١٧١١، ٦٦٦١١، وعبد الرزاق في المصنف، ٠١/٦٥١، والبيهقي في السنن الكبرى، ٦/٩٣٣، الرقم: ٤٢٧٢١، ٧/٨١، الرقم: ٢٦٩٢١، وابن منصور في كتاب السنن، ٢/٣٧٣، الرقم: ٣٠٩٢، وأبو نعيم ف[\ي حيلة الأولياء، ٥/٢٧، والشوكاني في نيل الأوطار، ٧/٥٤٣، وابن تميمة في الصارم المسلول، ١/٦٩١).

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے مٹی میں ملا ہوا تھوڑا سا سونا حضور نبی اکر م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اقرع بن حابس حنظلی جو بنی مجاشع کا ایک فرد تھا اور عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری، جو بنی کلاب سے تھا اور زید الخیل طائی، جو بنی نبہان سے تھا ان چاروں کے درمیان تقسیم فرمادیا۔ اس پر قریش وانصار کو ناراضگی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ اہلِ نجد کے سرداروں کو مال دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میں تو ان کی تالیف قلب کے لئے کرتا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا اور اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی اطاعت کرنے والا کون ہے اگر میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں حالانکہ اس نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے؟ تو صحابہ میں سے ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی میرے خیال میں وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فر مادیا۔ (اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ "اس شخص نے کہا: اے محمد اللہ سے ڈرو اور عدل کرو، تو رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان والوں کے ہاں

میں امانتدار ہوں اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یارسول اللہ! میں اس کی گردن کاٹ دوں؟ فرمایا: ہاں، سو وہ گئے تو اسے نماز پڑھتا پایا (اس لئے قتل نہیں کیا) تو کسی دوسرے صحابی نے عرض کیا: میں اس کی گردن کاٹ دوں؟) جب وہ چلا گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہو گی کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے اگر میں انہیں پاؤں کو قوم عاد کی طرح ضرور قتل کر دوں"

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رضی ا الله عنه فَسَأَلَاه عَنِ الْحَرُوْرِيَّةِ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ: لَا أَدْرِي مَا الْحَرُوْرِيَّةُ؟ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى ا الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: يَخْرُجُ فِي هذِه الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْها قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهمْ أَوْ حَنَاجِرَهمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنْ الرَّمِيَّةِ ---- الحديث۔ متفق عليه۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: استتابة المرتدين وقتالهم، باب : قتل الخوارج الملحدين بعد اقامة الحج على هم، ٦/٠٤٥٢، الرقم: ٢٣٥٦، وفي فضائل القرآن، باب: اثم من راءى بقراءة القرآن، أو تاكل به أو فخر به، ٤/٨٢٩١، الرقم: ١٧٧٤، ومسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب: ذكر الخوارض وصفاتهم، ٢/٣٤٧، الرقم: ٤٦٠١، و مالک في الموطأ، كتاب: القرآن، باب: ماجاء في القرآن، ١/٤٠٢، الرقم: ٨٧٤، والنسائی في السنن الكبرى، ٣/١٣، الرقم: ٩٨٠٨، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٠٦، الرقم: ٦٨٥١١، وابن حبان في الصحيح، ٥١/٢٣١، الرقم: ٧٣٧٦، والبخاري في خلق أفعال العباد، ١/٣٥، وابن أبي شيبة في المصنف، ٧/٠٦٥، الرقم: ٢٩٧٣، وأبو يعلٰى في المسند، ٢/٠٣٤، الرقم: ٣٣٢١، وابن أبي عاصم في السنة، ٢/٦٥٤، الرقم: ٥٣٩، والبيهقي في شعب الايمان، ٢/٧٣٥، الرقم: ٠٤٦٢، والربيع في المسند، ١/٤٣، الرقم: ٦٣)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابو سعید خدری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حروریہ کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حروریہ کیا ہے؟ ہاں میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت میں سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے یہ نہیں فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی (بلکہ لوگ فرمایا) جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن (یہ قرآن) ان کے حلق سے نہیں اترے گا یا یہ فرمایا کہ ان کے نرخرے سے نیچے نہیں اتے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ اِلَى فُوقِهِ، قِيْلَ مَا سِيْمَاهمْ؟ قَالَ : سِيْمَاهمُ التَّحْلِيْقُ أَوْ قَالَ : التَسْبِيْدُ۔ رواه البخاري۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب: قراءة الفاجر والمنافق وأصوتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ٦/٨٤٧٢، الرقم: ٣٢١٧، ومسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: الخوارج شر الخلق والخليقة، ٢/٠٥٧، الرقم: ٨٦٠١، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٦، الرقم: ٢٣٦١١،٣/٦٧٤، وابن أبي شيبة في المصنف، ٧/٣٦٥، الرقم:

٧٩٣٧٣، وأبو يعلٰى في المسند، ٢/٨٠٤، الرقم: ٣٩١١، والطبراني في المعجم الكبير، ٦/١٩، الرقم: ٩٠٦٥، وابن أبى عاصم في السنة، ٢/٠٩٤، الرقم: ٩٠٩، وقال: اسناده الصحيح، وأبو نعيم في المسند المستخرج، ٣/٥٣١، الرقم: ٠٩٣٢)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے کہ وہ قرآن پاک پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔ دریافت کیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: ان کی نشانی سر منڈانا ہے یا فرمایا: سر منڈائے رکھنا ہے۔

عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ رضى الله عنه هلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم يَذْكُرُ الْخَوَرِجَ؟ فَقَالَ : سَمِعْتُهُ وَأَشَارَ بِيَدِه نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَعْدُوْا تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْ مُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ رواه مسلم۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب: قراءة الفاجر والمنافق وأصوتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ٦/٨٤٧٢، الرقم: ٣٢١٧، ومسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : الخوارج شر الخلق والخليقة، ٢/٠٥٧، الرقم: ٨٦٠١، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٦، الرقم: ٢٣٦١١، ٣/٦٧٤، وابن أبي شيبة في المصنف، ٧/٣٦٥، الرقم: ٧٩٣٧٣، وأبو يعلٰى في المسند، ٢/٨٠٤، الرقم: ٣٩١١، والطبراني في المعجم الكبير، ٦/١٩، الرقم: ٩٠٦٥، وابن أبى عاصم في السنة، ٢/٠٩٤، الرقم: ٩٠٩، وقال: اسناده الصحيح، وأبو نعيم في المسند المستخرج، ٣/٥٣١، الرقم: ٠٩٣٢)۔ ترجمہ۔ یُسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا : کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا : وہ اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے (خارج ہو جاتا ہے)۔

وفي رواية مسلم زاد : فَقَامَ اِلَيْه عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضى الله عنه فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم، أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَه؟ قَالَ : لاَ، قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَامَ اِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللّٰه۔ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰه أَلاَ أَضْ رِبُ عُنُقَه؟ قَالَ : لاَ، فَقَالَ : اِنَّه سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِى هذَا قَوْمٌ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰه لَيِّنًا رَطْبًا، (وَقَالَ: قَالَ عَمَّارَةُ : حَسِبْتُه) قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهمْ لَأَقْتُلَنَّهمْ قَتْلَ ثَـمُوْدَ۔ (أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب: ذكر الخوارج وصفاتهم، ٢/٣٤٧، الرقم: ٤٦٠١)۔

ترجمہ۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، پھر وہ شخص چلا گیا، پھر حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: نہیں اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن بہت ہی اچھا پڑھیں گے (راوی) عمارہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو پالیتا تو (قوم) ثمود کی طرح ضرور انہیں قتل کر دیتا۔"

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ الْجَهنِيِّ رضی ا الله عنه أَنَّهُ كَانَ فِي الْـجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رضی ا الله عنه الَّذِيْنَ سَارُوْا اِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی ا الله عنه: أَيُّها النَّاسُ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صلی ا الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: يَـخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَـيْسَ قِراءَتُكُمْ اِلَى قِرَاءَتِـهِمْ بِشَيءٍ وَلاَ صَلَاتُكُمْ اِلَى صَلَاتِـهِمْ بِشَيءٍ وَلاَ صِيَامُكُمْ اِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيءٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَـحْسِبُوْنَ أَنَّه لَـهمْ، وَهوَ عَلَيْهِمْ لاَ تُ جَاوِزُ صَلَاتُـهمْ تَرَاقِيَهمْ يَـمْرُقُوْنَ مِ نَ الاِسْلاَمِ كَمَا يَـمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ---- الحديث۔ رواه مسلم۔ (أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: التحريض على قتل الخوارج، ۲/۸۴۷، الرقم: ۲۶۰۱، وأبو داود في السنن، كتاب: السنة، باب: في قتال الخوارج، ۴/۴۴۲، الرقم: ۸۶۷۴، والنسائي في السنن الكبرى، ۵/۳۶۱، الرقم: ۱۷۵۸، وأحمد بن حنبل في المسند، ۱/۱۹، الرقم: ۶۰۷، وعبد الرزاق في المصنف، ۱۰/۱۷۴، والبزار في المسند، ۲/۷۹۱، الرقم: ۱۸۵، وابن أبي عاصم في السنة، ۲/۵۴۴، ۶۴۴، والبيهقي في السنن الكبرى، ۸/۱۷۰)۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک قوم ظاہر ہو گی وہ ایسا قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہو گی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہو گی وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے لئے مفید ہے لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے مضر ہو گا، نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اتر سکے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

أخرجه البخاري في صحيحه في ترجمة الباب : قَولُ اللّٰه تَعَالَى :)وَمَا كَانَ اللّٰه لِيُـضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هدَاهمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهمْ مَا يَتَّقُونَ([التوبة، ۹:۱۱۵] وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما يَرَاهمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰه، وَقَالَ: اِنَّهمُ انْطَلَقُوا اِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْها عَلَى الْـمُؤْمِنِيْنَ۔

وقال العسقلاني في الفتح : وصله الطبري في مسند علي من تهذيب الآثار من طريق بكير بن عبد الله بن الأشج: أَنَّه سَأَلَ نَافِعًا كَيْفَ كَانَ رَأَى ابْنُ عُمَر فِي الْـحَرُوْرِيَّةِ؟ قَالَ: كَانَ يَرَاهمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰه، انْطَلَقُوا اِلَى آيَاتِ الْكُفَّارِ فَجَعَلُوها فِي الْـمُؤْمِنِيْنَ ۔ قلت: وسنده صحيح۔ (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: استتابة المرتدين والمعاندين وقتالـهم، باب : (۵) قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم، ۶/۹۳۵۲، والعسقلاني في الفتح الباری، ۲۱/۶۷۲، الرقم: ۲۳۵۶، وفي تغليق التعليق، ۵/۹۵۲)۔

ترجمہ۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیز واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا

چاہئے۔" اور حضرت (عبد اللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (یعنی خوارج کو) اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا۔

اور امام عسقلانی "فتح الباری" میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے اس حدیث کو تہذیب الآثار میں بکیر بن عبد اللہ بن اَشج کے طریق سے مسند علی رضی اللہ عنہ میں شامل کیا ہے کہ "انہوں نے نافع سے پوچھا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بدترین لوگ خیال کرتے تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کیا۔ میں "ابن حجر عسقلانی" کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عَنْ أَبِي رَافِعٍ رضي الله عنه أَنَّه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيْكَتِه يَأْتِيْه أَمْرٌ مِمَّا أَمَرتُ بِه أَوْ نَهيْتُ عَنْه فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰه اتَّبَعْنَاه۔ رواه الترمذي وأبوداود وابن ماجة۔ وقال أبو عيسى : هذا حديث حسن۔ (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب : العلم عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب : ما نهى عنه أن يقال عند حديث النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ٥/٧٣، الرقم: ٣٦٦٢، وأبوداود في السنن، كتاب : السنة، باب: في لزوم السنة، ٤/٢٠٠، الرقم: ٥٠٦٤، وابن ماجة في السنن، المقدمة، باب : تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم والتغليظ على من عارضه، ١/٦، الرقم: ٣١، والشافعي في المسند، ١/١٥١، والحاكم في المستدرک، وقال : هذا الاسناد وهو صحيح، ١/٠٩١، الرقم: ٨٦٣، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ٤/٩٠٢، والبيهقي في السنن الكبرى، ٧/٦٧، الرقم: ٩١٢٣١)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو ہرگز نہ پاؤں جس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم نے صرف اسی کی پیروی کی جسے اللہ کی کتاب (قرآن) میں پایا۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضي الله عنهما عَنْ رَسُوْلِ اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ (وَفِي رِوَايَةٍ: يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَه مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَه مَعَ صِيَامِهِمْ) يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوْقِه هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ والْخَلِيْقَه طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهمْ وَقَتَلُوه يَدْعُوْنَ اِلَى كِتَابِ اللّٰه وَلَيْسُوا مِنْه فِي شَيءٍ مَنْ قَاتَلَهمْ كَانَ أَوْلَى بِاللّٰه مِنْهمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰه مَا سِيْمَاهمْ؟ قَالَ: التَّحْلِيْقُ۔ رواه أبوداود وابن ماجة۔ (أخرجه أبو داود في السنن، كتاب : السنة، باب: في قتال الخوارج، ٤/٣٤٢، الرقم: ٥٦٧٤، وابن ماجة في السنن، المقدمة، باب : في ذكر الخوارج، ١/٠٦، الرقم: ٩٦١، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٢٢، الرقم: ٢٦٣٣١، والحاكم في المستدرک، ٢/١٦١، الرقم: ٩٤٦٢، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/١٧١، والمقدسي في الأحاديث المختاره، ٧/٥١، الرقم: ١٩٣٢، ٢٩٣٢، وقال: اسناه صحيح، وأبو يعلى في المسند، ٥/٦٢٤، الرقم: ٧١١٣، والطبراني نحوه في المعجم الكبير، ٨/١٢١، الرقم: ٣٥٥٧، والمروزي في السنة، ١/٠٢، الرقم: ٢٥)۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہو گی، ایک قوم ایسی ہو گی کہ وہ لوگ گفتار کے اچھے اور کردار کے برے ہوں گے، قرآن پاک پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نہیں اترے گا (اور ایک روایت میں ہے کہ تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے) وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے، اور واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر کمان میں واپس نہ آجائے وہ ساری مخلوق میں سب سے برے ہوں گے، خوشخبری ہو اسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔ وہ اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہو گا ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو گا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا: ان کی نشانی سر منڈانا اور ہمیشہ منڈائے رکھنا ہے۔

عِنْ أَبِي هرَيْرَةَ رضی ا الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی ا الله عليه وآله وسلم قَالَ : الْمِرَائُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ۔ رواه أبوداود وأحمد، اسناه حسن۔ (أخرجه أبوداود في السنن، كتاب : السنة، باب : النهى عن الجدال في القرآن، ۴/۹۹۱، الرقم: ۳۰۶۴، والنسائي في السنن الكبرى، ۵/۳۳، الرقم: ۳۹۰۸، وأحمد بن حنبل في المسند، ۲/۰۰۳، الرقم: ۶۷۹۷، وابن حبان في الصحيح، ۴/۴۲۳، الرقم: ۴۶۴۱، والطبراني في المعجم الأوسط، ۳/۱۲، الرقم: ۸۷۴۲، والـهيثمی في معجم الزوائد، ۱/۷۵۱)۔ ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید (کے کلام اللہ ہونے) میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی ا الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی ا الله عليه وآله وسلم : سَيَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثٌ أَحِدَّائُ أَشِدَّائُ ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهمْ بِالْقُرْآنِ يَقْرَءُوْنَه لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهمْ۔ فَإِذَا لَقِيْتُمُوهمْ فَأَنِيْمُوهمْ ثُمَّ إِذَا لَقِيْتُمُ وهمْ فَاقْتُلُوهمْ فَإِنَّه يُؤْجَرُ قَاتِلُهمْ۔ رواه أحمد والحاكم وابن أبي عاصم۔ رجال أحمد رجال الصحيح، وقال ابن أبي عاصم : اسناده صحيح، وقال الحاكم : هذا حديث صحيح۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۵/۶۳، ۴۴، والحاكم في المستدرک، ۲/۹۵۱، الرقم: ۵۴۶۲، وابن أبي عاصم في السنة، ۲/۶۵۴، الرقم: ۷۳۹، وعبد االله بن أحمد في السنة، ۲/۷۳۶، الرقم: ۹۱۵۱، وقال: اسناده حسن، والبيهقي في السنن الكبرى، ۸/۷۸۱، والديلمي في فردوس بمأثور الخطاب، ۲/۲۲۳، الرقم: ۰۶۴۳، والـهيثمي في مجمع الزوائد، ۶/۰۳۲، والحارث في المسند، (زوائد الهيثمي)، ۲/۴۱۷، الرقم: ۴۰۷)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب نوعمر لوگ نکلیں گے جو کہ نہایت تیز طرار اور قرآن کو نہایت فصاحت وبلاغت سے پڑھنے والے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ سو جب تم ان سے ملو تو انہیں مار دو پھر جب (ان کا کوئی دوسرا گروہ نکلے اور) تم انہیں ملو تو انہیں بھی قتل کر دو یقیناً ان کے قاتل کو اجر عطا کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی ا اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی ا اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: سَيَخْرُجُ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَقِيَهمْ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى عَدَّهَا زِيَادَةً عَلَى عَشْرَةِ مَرَّاتٍ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قَطِعَ حَتّٰى يَخْرُجُ الدَّجَّالَ فِي بَقِيَّتِهُمْ۔ رواه أحمد والحاكم۔ (أخرجه أحمد بن حنبل، في المسند، ۲/۸۹۱، الرقم: ۱۷۸۶، والحاكم في المستدرک، ۴/۳۳۵، الرقم: ۷۹۴۸، وابن حماد في الفتن، ۲/۲۳۵، وابن راشد في الجامع، ۱۱/۷۷۳، والهيثمي في مجمع الزوائد، ۶/۸۲۲، والآجري في الشريعة، ۱/۳۱۱، الرقم: ۰۶۲)۔ ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا : میری امت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور ان میں سے جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) میں نکلے گا وہ کاٹ دیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) نکلے گا کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ہی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا فرمایا: ان میں جو بھی (شیطان کے) سینگ (کی صورت) میں ظاہر ہو گا کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل سے دجال نکلے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی ا اللہ عنہما قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی ا اللہ علیہ وآلہ وسلم أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرَّاؤُهَا۔ رواه أحمد وابن أبي شيبة والبيهقي والطبراني ورجاله ثقات۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۲/۵۷۱، الرقم: ۳۳۶۶۔۴۳۶۶، ۴/۱۵۱، ۷۳۶۶، وابن أبي شيبة في المصنف، ۷/۷۹۷، الرقم: ۵۳۳۴۳، والبيهقي في شعب الايمان، ۵/۳۶۳، الرقم: ۹۵۹۶، والطبراني في المعجم الكبير، ۱۷/۹۷۱، ۵۰۳، الرقم: ۱۴۸،۱۷۴، وابن المبارک في الزهد، ۱/۲۵۱، الرقم: ۱۵۴، والبخاري في خلق أفعال العباد، ۱/۸۱۱، والفريابي في صفة المنافق، ۱/۵۵، الرقم: ۲۳۔۳۳، والهيثمي في مجمع الزوائد، ۶/۹۲۲۔۰۳۲)۔ ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں اکثر منافق اس (قرآن) کو پڑھنے والے ہوں گے۔

عَنْ جَابِرٍ رضی ا اللہ عنہ يَقُوْلُ: يَصَرَ عَيْنِي وَسَمِعَ أُذُنِي رَسُولَ اللّٰہِ صلی ا اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْجِعْرَانَةِ وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی ا اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقْبِضُها لِلنَّاسِ يُعْطِيْهِمْ، فَقَالَ رَجُلٌ: اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَکَ وَمَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللّٰہِ، دَعْنِي أَقْتُلْ هذَا الْمُنَافِقَ الْخَبِيْثَ؟ فَقَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صلی ا اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَعَاذَ اللّٰہِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي، اِنَّ هذَا وَأَصْحَابَه يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيْهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ ال رَّمِيَّةِ۔ رواه أحمد وأبو نعيم۔ (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۳/۴۵۳، الرقم: ۱۶۴۱، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم، ۳/۷۲۱، الرقم: ۲۷۳۲)۔

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا: جعرانہ کے مقام پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑوں (گود) میں چاندی تھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے مٹھیاں بھر

بھر کے لوگوں کو عطا فرمارہے ہیں تو ایک شخص نے کہا: عدل کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو۔ اگر میں عدل نہ کروں گا کو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے چھوڑ دیں کہ میں اس خبیث منافق کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کے اس قول سے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے لگ گیا ہوں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ بے شک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں اترے گا، وہ دین کے دائرے سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُه عَلَيْه وَكَانَ رِدْئًا لِلْإِسْلَامِ غَيْرَه إِلَى مَاشَاءَ اللّٰہ فَانْسَلَخَ مِنْه وَنَبَذَه وَرَاءَ ظَهْرِه وَسَعَى عَلَى جَارِه بِالسَّيْفِ وَرَمَاه بِالشِّرْكِ قَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰہ، أَيُّهمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي قَالَ : بَلِ الرَّامِي۔ رواه ابن حبان والبزار و البخاري في التاريخ، اسناده حسن۔ (أخرجه ابن حبان في الصحيح، ۱/۲۸۲، الرقم: ۱۸، والبزار في المسند، ۷/۰۲۲، الرقم: ۳۹۷۲، والبخاري في التاريخ الكبير، ۴/۱۰۳، الرقم: ۷۰۹۲، والطبراني عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ في المعجم الكبير، ۰۲/۸۸، الرقم: ۹۶۱، وفي مسند الشاميين، ۲/۴۵۲، الرقم: ۱۹۲۱، وابن أبي عاصم في السنة، ۱/۴۲، الرقم: ۳۴، والهيثمي في مجمع الزوائد، ۱/۸۸۱، وقال: اسناده حسن، وابن كثير، في تفسير القرآن العظيم، ۲/۶۶۲)۔

ترجمہ۔ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ جب اس پر اس قرآن کا جمال دیکھا گیا اور وہ اس وقت تک جب تک اللہ نے چاہا اسلام کی خاطر دوسروں کی پشت پناہی بھی کرتا تھا۔ پس وہ اس قرآن سے دور ہو گیا اور اس کو اپنی پشت پیچھے پھینک دیا اور اپنے پڑوس پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا اور اس پر شرک کا الزام لگایا، راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے نبی! ان دونوں میں کون زیادہ شرک کے قریب تھا شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: سَيَخْرُجُ أَقْوَامٌ مِنْ أُمَّتِي يَشْرَبُوْنَ الْقُرْآنَ كَشُرْبِهِمُ اللَّبَنَ۔ رواه الطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي والمناوي۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ۱۷/۹۲، الرقم: ۱۲۸، والهيثمي في مجمع الزوئد، ۶/۹۲۲، والمناوي في فيض القدير، ۴/۸۱۱)۔ ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کو یوں (غٹ غٹ) پڑھیں گے گویا وہ دودھ پی رہے ہیں۔

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ رضی اللہ عنہ: سَأَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي يَرْبُوعٍ، أَوْ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ۔ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنِ)الذَّارِيَاتِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَالنَّازِعَاتِ(أَوْ عَنْ بَعْضِهِنَّ، فَقَالَ عُمَرُ : ضَعْ عَنْ رَأْسِكَ، فَإِذَا لَه وَفْرَةٌ، فَقَالَ عُمَرُ : أَمَا وَاللّٰہ لَوْ رَأَيْتُكَ مَحْلُوقًا لَضَرَبْتُ الَّذِي فِيْه عَيْنَاكَ، ثُمَّ قَالَ : ثُمَّ كَتَبَ إِلَى

أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَوْ قَالَ اِلَيْنَا، أَنْ لَا تُـجَالِسُ وه، قَالَ: فَلَوْ جَاءَ وَنَـحْنُ مَائَةٌ تَفَرَّقْنَا۔ رواه سعيد بن يحيي الأموي وغيره باسناد صحيح كما قال ابن تميمة۔ (أخرجه ابن تميمة، في الصارم المسلول، ۱/۵۹۱)۔

ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی یربوع یا بنی تمیم کے ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''الزَّارِيَاتِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَالنَّازِعَاتِ'' کے کیا معنی ہیں؟ یاان میں سے کسی ایک کے بارے میں پوچھاتو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اپنے سر سے کپڑا اتارو، جب دیکھاتو اس کے بال کانوں تک لمبے تھے۔ فرمایا: بخدا! اگر میں تمہیں سر منڈا ہوا پاتا تو تمہارا یہ سر اڑادیتا جس میں تمہاری آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔ شعبی کہتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے نام خط لکھایا کہا کہ ہمیں خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ آتا، ہماری تعداد ایک سو بھی ہوتی تو بھی ہم الگ الگ ہو جاتے تھے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ: قَالَ: فَبَيْنَمَا عُمَرُ رضى الله عنه ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا يُغَدِّي النَّاسَ اِذَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَيْه ثِيَابٌ وَعِمَامَةٌ فَتَغَدَّى حَتَّى اِذَا فَرَغَ قَالَ : يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ،)وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا(فَقَالَ عُمَرُ رضى الله عنه: أَنْتَ هوَ فَقَامَ اِلَيْه وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْه فَلَمْ يَزَلْ يَجْلِدُه حَتَّى سَقَطَتْ عِمَامَتُه، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرُ بِيَدِه، لَوْ وَجَدْتُکَ مَحْلُوقًا، لَضَرَبْتُ رَأْسَکَ۔ رواه الامام أبو القاسم هبة ا الله اللالكاني۔ (أخرجه واللالكائي في أعتقاد أهل السنة، ۴/۴۳۶، الرقم: ۶۳۱۱، الشوكاني في نيل الأوطار، ۱/۵۵۱، ولعظيم آبادي في عون المعبود، ۱۱/۲۶۱، وابن قدامة في المغني، ۱/۵۶، ۸،۹/)۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزید نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں ایک شخص آیا اس نے (اعلیٰ) کپڑے پہن رکھے تھے اور عمامہ باندھا ہوا تھا تو اس نے بھی دوپہر کا کھانا کھایا جب فارغ ہوا کو کہا : اے امیر المومنین)وَالزَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا(کا معنی کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تو وہی (گستاخ رسول) ہے۔ پھر اس کی طرف بڑھے اور اپنے بازو چڑھا کر اسے اتنے کوڑے مارے یہاں تک کہ اس کا عمامہ گر گیا۔ پھر فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں تجھے سر منڈا ہوا پاتا تو تیرا سر کاٹ دیتا۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضى ا الله عنه قَالَ: سَيَبْلَى الْقُرْآنُ فِي صُدُوْرِ أَقْوَامٍ كَمَا يَبْلَى الثَّوَابُ فَيَتَهافَتُ، يَقْرَؤُوْنَه لَا يَجِدُوْنَ لَه شَهْوَةً وَلَا لَذَّةً، يَلْبِسُوْنَ جُلُوْدَ الضَّأْنِ عَلَى قُلُوْبِ الذِّئَابِ أَعْمَالُهمْ طَمَعٌ لَا يُخَالِطُه خَوْفٌ اِنْ قَصَّرُوْا۔ قَالُوْا: سَنَبْلُغُ وَاِنْ أَسَاؤُا قَالُوْا: سَيُغْفَرُ لَنَا اِنَّا لَا نُشْرِكُ بِاللّٰه شَيْئًا۔ رواه الدارمي۔ (أخرجه الدارمي في السنن، باب: تعاهد القرآن، ۲/۱۳۵، الرقم: ۶۴۳۳، والطبراني في الجامع الأحكام القرآن، ۷/۲۱۳)۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : یہ قرآن لوگوں کے سینے میں اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا جس طرح ایک کپڑا بوسیدہ ہو کر گر پڑتا ہے۔ لوگ اس کو پڑھیں گے لیکن اس کی تلاوت کے لئے نہ تو کوئی خواہش رکھیں گے اور نہ ہی اس کی تلاوت سے کوئی حظ لیں گے۔ گویا وہ بھیڑوں کے دلوں پر بھیڑوں کی اون کا لباس پہنائیں گے، ان کے اعمال سراسر لالچ پر مبنی ہوں گے جن میں اللہ کی خشیت کی آمیز بھی نہیں ہو گی

اگر انہوں نے کوئی تقصیر کی تو کہیں گے کہ عنقریب ہم اپنی منزل کو پہنچ جائیں گے اور اگر کوئی برائی کی تو کہیں گے کہ عنقر یب اللہ ہمیں بخش دے گا کیونکہ بے شک ہم کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

گویا یہ کتاب قرآنِ کریم ہدایت ہے متقی کے لیے۔ اور متقی وہ ہے جو اسے نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں پڑھے۔ یہ کتاب مومنوں اور متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ اگر اس کتاب کو نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں پڑھا جائے تو یہ تمام انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن اگر اس کتاب کو بغیر نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پڑھا جائے تو یہی کتاب اس کے لیے خسارا ہے۔ نور کا بیان بہت لمبا ہے جو کہ کچھ سطروں میں یا کچھ پیراگراف میں نہیں لکھا جا سکتا۔ پھر کبھی موقع ملا تو اُس پر بھی مضمون لکھنے کی کوشش کروں گا۔

پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت "نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا" پر تضمین کہی۔ فرماتے ہیں:

تجھ سے جو پھیر کے مُنہ جانبِ قرآن گیا

سُرخرو ہو کے نہ دُنیا سے وہ انسان گیا

کتنے گستاخ بنے، کتنوں کا ایمان گیا

لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا

میرے مولیٰ، میرے آقا، ترے قربان گیا

یہ کتاب قرآنِ مجید مومنوں کے ساتھ باتیں بھی کرتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام کتابِ ناطق بھی ہے یعنی بولنے والی کتاب۔ باقی کتابیں جو کہ اللہ کی طرف سے ہیں جیسا کہ توریت، زبور اور انجیل وغیرہ، وہ ہیں تو من اللہ ہی لیکن وہ ہمارے سارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 79) یعنی اُن کتابوں میں بہت سی تبدیلی ہو چکی ہے۔ جس طرح کے خود بائبل میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے والی کُتب و صحائف کے بارے میں ایک آیت ہے:

(یرمیاہ8:8) تُم (یہودی) کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خُداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ لکھنے والوں کے باطِل قلم نے بطالت پَیدا کی۔

جبکہ قرآن کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَه لَحٰفِظُوْنَ- بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر، آیت نمبر 9) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن سب کتابوں سے افضل ہے اور سب کتابوں کی سردار ہے۔

اب آپ نے دیکھنا ہے کہ کیا قرآن میرے سوالوں کا جواب دیتا ہے یا نہیں۔ تو قرآن سے میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اے قرآن تو مجھے بتا کہ تو کونسی زبان میں نازل ہوا؟ تو قرآن سے مجھے جو جواب ملا وہ ہے : اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ- بیشک ہم سے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔ (سورۃ یوسف، آیت 2) ۔ میں نے قرآن سے ایک اور سوال کیا کہ اے قرآن تو مجھے بتا کہ تو کس مبارک ماہ میں نازل ہوا؟ تو قرآن نے مجھے جواب دیا : شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ- رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔ (سورۃ البقرۃ آیت 185)۔ میں نے ایک دفعہ قرآن کو کہا اے قرآن تو کس رات یا کس دن نازل ہوا؟ تو جواب ملا : اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ- پھر میں نے سوال کیا کہ تو کونسی رات کو نازل ہو ا؟ تو قرآن نے مجھ سے کہا : اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ- بیشک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ- اور تم نے کیا جانا کیا شبِ قدر۔ (سورۃ القدر، آیت نمبر 1 اور 2)۔

اگر میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ترجمے کو آسان لفظوں میں لکھوں تو شاید یہ بنے۔ اور (اے حبیب) تم جانتے ہو (اور ضرور جانتے ہو) لیلۃ القدر کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہ ہو گا جو کہ عام طور پر تراجم میں پایا جاتا ہے کہ آپ کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ بلکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو ہر چیز کی خبر تھی جس کی گواہی غوث الثقلین شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی دی ہے۔ اِن دونوں ترجموں کو ذہن میں رکھیئے کیونکہ آگے بھی اس کا ذکر آئے گا۔

میں امامِ اجل، شیخ محقق، حضرت علامہ شیخ محمد شاہ عبد الحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو میلاد النبی کے حوالے سے پڑھ رہا تھا تو اِسی آیت کے حوالے سے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) میلاد النبی کے مہنے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگو ! جس مہینے قرآن نازل ہوا، میں پوچھتا ہوں یہ شب لائقِ قدر و تقریم کیسے بنی؟ خود قرآنِ کریم میں جواب ہے کہ ہم نے اِس شب میں قرآن اتارا۔ اے مسلمانو ! بتاؤ جس شب قرآن اترا وہ شب ہزار مہینے سے بہتر اور جس شب قرآن والا آیا اُس شب کے کیا کہنے؟ مزید فرماتے ہیں کہ میں شیخ محقق محدث دہلوی فتویٰ دیتا ہوں کہ شبِ میلادِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔

امام ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن مرزوقؒ نے اپنی کتاب "جنی الجنتین فی فضل اللیلتین۔۔۔" میں شب ولادتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیلۃ القدر سے افضل ہونے پر ۲۰ دلائل رقم فرمائے ہیں۔ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری نے یہ بیس ایمان افروز دلائل و براہین عربی سے اردو کے قلب میں ڈھالے۔

۱) شرف، علو اور رفعت کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں اضافی ہیں تو ہر رات کی خصوصیت اس میں پائے جانے والے شرف کے باعث ہوتی ہے۔ ولیلۃ المولد شرفت بولادۃ خیر خلق اللہ تو لیلۃ المیلاد کو تمام مخلوق سے بہتر ذات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا شرف نصیب ہوا۔ اس اعتبار سے یہ تمام راتوں سے افضل قرار پائی۔

۲) لیلۃ میلاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کی گئی تو ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملنے والی رات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ظہور کی رات افضل ہے۔

۳) لیلۃ میلاد میں ظہور فرمانے والی ہستی پاک کو اللہ کریم نے جو بے حد عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ لیلۃ القدر ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص میں سے ہونے سے سبب لیلۃ القدر دوسری عام راتوں سے افضل قرار پائی تو جس رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود مبارک سے شرف مطلق و کامل حاصل ہو وہ یقیناً لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۴) لیلۃ القدر کو اپنے اندر پائی جانے والی خصوصیات (مثلاً نزول قرآن) کے سبب فضیلت حاصل ہے اور وہ راجح قول کے مطابق آئندہ سال آنے والی رات میں وہ پہلو موجود نہیں لیکن لیلۃ میلاد کو ایسی ہستی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے تا قیامت جس کے انوار سے ہر فرد مستفید ہو رہا ہے۔

۵) لیلۃ القدر کو ملائکہ کے نزول سے فضیلت حاصل ہے لیکن لیلۃ میلاد کو ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فضیلت حاصل ہے تو جس ہستی سے لیلۃ میلاد کو شرف مل رہا ہے۔ وہ لیلۃ القدر کو شرف دینے ولی تمام چیزوں سے افضل ہے لہٰذا لیلۃ المیلاد، لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۶) فضل زائد کو افضلیت کہا جاتا ہے اگرچہ یہ دونوں راتیں فضل میں نزول ملائکہ کی وجہ سے مشترک ہیں لیکن خیر الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی وجہ سے لیلۃ میلاد کو زائد فضل حاصل ہے۔

۷) لیلۃ القدر کو جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ نزول ملائکہ کے سبب فضیلت حاصل ہے۔ وہ یوں کہ وہ محل اعلیٰ سے زمین کی طرف منتقل ہوتے ہیں لیکن لیلۃ المیلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ظہورِ مبارک اور وجودِ مقدس کے ساتھ جلوہ زفروز ہوتے ہیں۔ ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یقیناً برتری اور فضیلت کا باعث ہے۔

۸) لیلۃ القدر میں عمل کرنے والوں کے سبب اس کو فضیلت حاصل ہے لیکن ان تمام عاملین کو جمع بھی کر دیا جائے تو وہ اس ہستی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتے جس کے سبب لیلۃ المیلاد کو فضیلت حاصل ہوئی اور نہ ہی ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی عمل کے برابر ہو سکتے ہیں اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی بھی عمل لیلۃ القدر کے علاوہ کسی بھی وقت کیا ہو۔

۹)لیلۃ القدر کو افضیلت اس لئے ہے کہ یہ امت محمدیہ کو بطورِ انعام عطا فرمائی گئی لیکن لیلۃ میلاد ایسی ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہے کہ جس کی وجہ سے امت کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

۱۰)لیلۃ القدر کی فضیلت صرف امت محمدیہ کو حاصل ہے حالانکہ لیلۃ المولد کی وجہ سے ساری کائنات کو فضیلت حاصل ہوئی ہے۔اسی رات میں ایسی ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئی جس کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

۱۱)لیلۃ میلاد سال کی دیگر راتوں پر ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے افضل ہے۔کیونکہ اسے "لیلۃ مولد النبی" (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی رات) اور لیلۃ القدر کو شرف کی وجہ سے یہ نام دیا گیا جو نسبت خاص لیلۃ میلاد کو حاصل ہے اس طرح کی شرف ولی نسبت لیلۃ القدر کو ہرگز حاصل نہیں۔یعنی لیلۃ میلاد کو ایسا خصوصی شرف حاصل ہے جو لیلۃ القدر کو حاصل نہیں۔

۱۲)لیلۃ القدر کا فائدہ صرف اس میں عمل کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے تو اس کا نفع اتنا وسیع نہیں جبکہ لیلۃ میلاد کا نفع ہر ایک کو حاصل ہے اور عام ہے۔جس کا نفع زیادہ اور عام ہو وہ یقیناً دوسرے سے افضل ہے۔

۱۳)لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں کچھ اختلاف بھی موجود ہے کہ اس کی فضیلت ختم ہو چکی ہے یا باقی ہے (کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر کو اُٹھا لیا گیا تھا) لیکن لیلۃ میلاد کا شرف باقی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

۱۴)چونکہ لیلۃ میلاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی نسبت ہوئی لہٰذا وہ دیگر تمام اوقات اور زمانوں پر افضل قرار پائے گی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ اطہر دیگر تمام مقامات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت حاصل ہونے کے سبب افضل ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے لہٰذا جو وقت اور زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے لئے متعین کیا گیا وہ تمام اوقات سے افضل ٹھہرا۔

۱۵)لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی فرع ہے اپنے اصل کی قوت کا مقابلہ کہاں کر سکتی ہے؟

۱۶)لیلۃ میلاد میں اللہ تعالیٰ کا فیضان ہر وجود کو عام نصیب ہوا اور ہر شے کے وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مبارک کے ساتھ اتصال کی نسبت مل گئی اور یہ چیز صرف اسی رات کا امتیاز ہے جو لیلۃ القدر کو حاصل نہیں۔

۱۷)اگر لیلۃ میلاد میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک وجود کے ان اسرار کا اظہار فرمایا جن کے ساتھ سعادتِ اخروی متعلق ہے حقائق آشکار ہو گئے حق، باطل سے ممتاز و ممیّز ہو گیا۔انوار سعادت اور ہدایت کے راستے روشن ہو گئے جنتی اور جہنمی گروہ الگ الگ ہو گئے۔دین سربلند ہوا اور کفر حقیر ٹھہرا۔اس طرح کے غیر محدود اسرار الٰہیہ کا اس رات ظہور ہوا، اور یہ بات کسی اور رات کے حصہ میں نہیں آئی جس میں لیلۃ القدر بھی شامل ہے۔

۱۸) اگر لیلۃ میلاد، لیلۃ القدر سے افضل نہ ہو تو درج ذیل امور میں سے کوئی ایک شے لازم آئے گی

الف: ملائکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل ہونا۔

ب: اس میں اور دیگر راتوں میں عمل کا برابر ہونا۔

ج: لیلۃ القدر میں کئے گئے عمل کا بڑھ جانا۔

حالانکہ ان تینوں میں سے کوئی بھی امر ممکن نہیں کیونکہ لیلۃ میلاد کو فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی وجہ سے ملی ہے اور لیلۃ القدر کو نزول ملائکہ یا عمل کی وجہ سے۔

۱۹) مولد ولی ساعت تمام زمانوں اور اوقات پر افضل ہے۔ جب لیلۃ میلاد کا ایک حصہ، لیلۃ القدر سے افضل ہے تو یہ تمام رات لیلۃ القدر سے کیوں افضل نہ ہو گی۔

۲۰) تمام اوقات سے افضل وقت، ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک وقت ہے اور لیلۃ القدر کو اس وقت میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں، گویا لیلۃ القدر سب سے افضل نہیں جبکہ یہاں افضل ترین وقت لیلۃ میلاد کو حاصل ہے لہٰذا اس بنیاد پر بھی لیلۃ میلاد ہی لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمّد طاہر القادری صاحب اپنی کتاب جشنِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرعی حیثیت میں، جو کہ اکتوبر ۱۹۸۸ئ میں چھپی تھی، صفحہ نمبر ۲۷ پر "لیلۃ القدر افضل ہے یا شب میلادِ رسول" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

"جن کے ذکر اور خلقِ عظیم کو بیان کرنے والی کتاب کے اُترنے سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہری تو اس ماہِ مقدّس یعنی ربیع الاوّل کی عظمت و فضل کا کیا عالم ہو گا جس کو صاحبِ کتاب محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ میلاد کا شرف حاصل ہے۔ جس رات یہ کلامِ الٰہی یعنی ذکرِ خلقِ عظیم اترا ' اللہ تعالیٰ نے اُس رات کو قیامت تک انسان کے لیے "لیلَۃُ القدر" کی صورت میں بلندیٔ درجات اور شرفِ نزول ملائکہ سے نوازا اور بفحوائے فرمان ایزدی" لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

تاہم متذکرہ بالا اس مختصر سے تقابل سے مقصود لیلۃُ القدر کے مقابلے میں ربیع الاوّل اور بالخصوص ساعتِ میلاد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنأ کی اہمیت و تقدّس کو واضح کرنا تھا۔

ان حقائق کو تسلیم کرنے سے یہ بھی مترشح ہوا کہ قرآنِ حکیم کی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے سے پہلے صاحبِ قرآن کی قدر و منزلت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنا پڑے گا۔

اس کی مزید وضاحت اس روز مرّہ مثال پر غور کرنے سے ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی علم جیسی نعمت کو حاصل کرتا ہے تو اسے کسی نہ کسی واسطے یا ذریعے کا سہارا لینا پڑے گا۔

اور یہ واسطہ و ذریعہء علم اس کے لیے بلاشبہ اس کا وہ اُستاد ہوتا ہے جو اسے علم سکھاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے استاد کو انسان تک نعمتِ علم پہنچانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس حال میں کتنا عجیب ہو گا کہ اگر وہ انسان علم کی قدر دانی تو کرے مگر اس اُستاد کی قدر و منزلت اور شرف و تکریم سے عدم توجگی کا مظاہرہ کرے جس کے واسطے سے اُسے علم کی دولت نصیب ہوئی۔ کوئی شخص استاد جیسی نعمت کو کمتر جانتے ہوئے اُس کی قدر و منزلت غیر ضروری سمجھے اور علم کی دولت کو بہتر جانتے ہوئے اس کی قدر و منزلت کی طرف زیادہ توجہ دے تو اس نے دراصل علم کی ناقدری کی ہے، اُستاد کی نہیں۔"

اگر ہمیں شبِ قدر، شبِ میلاد، شبِ برأت، رمضان، جمعہ، قرآن اور ایمان ملا تو صرف مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے۔ ایک حدیثِ قدسی ہے لولاک لما خلقت الارض، لولاک لما خلقت الافلاک۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو زمین نہ بناتا، اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان نہ بناتا۔ اور اہلِ سنت بریلوی کا ایمان ہے کہ اگر رحمن بھی ملا تو مصطفٰے کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے صدقے میں ملا۔ اسی حدیث کا اگلا حصہ ہے: لولاک لما اظہر ربوبیت، کنت کنزا مخفیا، فاحببت انا عرفا، فخلقت خلق نور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔ اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا، میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، مجھے محبت ہو گئی، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو میں نے نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تخلیق کیا۔

اس حدیثِ قدسی کے متعلق مولانا حسن رضا بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں:

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں

تمہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں

مصطفٰے کو پایا خدا کہتے کہتے

خدا مل گیا مصطفٰے کہتے کہتے

اس بات کو ادھر ہی ختم کرتے ہوئے واپس اپنے مضمون کی طرف چلتے ہیں۔ میں نے قرآن سے کہا کہ اے قرآن یہ بتا تجھ میں کیا کیا ہے؟ قرآن نے مجھے جواباً بتایا: الٓمّٓ ۚ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الٓمّٓ۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 1-2)۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ ۔ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت 82)۔

وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔ (سورۃ یونس، آیت 61)۔

وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔ (سورۃ سبا، آیت 3)۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (سورۃ الانعام، آیت 59)۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ (سورۃ یٰس، آیت 12)۔

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں ہے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔ (سورۃ یونس، آیت 37)۔ بامفسرین نے یہ ترجمے کئے ہیں کہ لوحِ محفوظ کی تفصیل قرآنِ کریم ہے۔

حضرت علی (کرم اللہ علیٰ وجہہ الکریم) سے کسی نے سوال کیا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ ہر چھوٹی، بڑی اور خشک و تر کا ذکر اس میں موجود ہے۔ میری داڑھی میں کم بال ہیں اور آپؑ کی داڑھی گھنی ہے۔ کیا اِس کے بارے میں بھی قرآن میں لکھا ہوا ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کیا تم نے وہ آیت نہیں پڑھی جس میں لکھا ہوا ہے کہ جو زمین اچھی ہوتی ہے زیادہ اُگاتی ہے اور جو زمین پلید ہوتی ہے کم اُگاتی ہے؟ (سورۃ اعراف، آیت 58) وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ ۔ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ۔ ترجمہ۔ اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔

اگر ہم قرآن کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم پڑتا ہے کہ صحابیوں کے زمانے میں دو تفاسیر لکھی گئیں۔ ایک تفسیر عبیع ابن کعب (رضی اللہ عنہ) نے لکھی اور دوسری عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے لکھی۔ جو تفسیر حضرت عبیع ابن کعب (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی ہماری بد نصیبی ہے کہ وہ ضائع ہو گئی اور وہ آج دنیا میں موجود نہیں۔ دوسری تفسیر جو دورِ صحابہ میں لکھی گئی وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی۔ جو کہ آج بھی موجود ہے۔ وہ ہے تو بہت مختصر لیکن اسے اُمّ التفاسیر کہتے ہیں۔

ایک موقع پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کو سینے سے لگایا اور کہا: "اے اللہ اِسے تو قرآن کا فہم عطا فرما۔" اور پھر انہیں اتنا علم ملا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: "مجھے قرآن میں وہ بینائی حاصل ہے کہ اگر میرے اونٹ کی گردن کی رسّی گم ہو جائے تو خدا کی قسم میں قرآن میں تلاش کر لوں گا۔

اور معتبر کتابوں میں ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ علیٰ وجہہ الکریم) فرماتے ہیں: "میں اگر بسم اللہ کی تفسیر لکھنا شروع کروں تو قرآن کی اس آیت کی تفسیر کو لکھنے میں ستر (70) اونٹوں کو بوجھل کر دوں مگر تفسیر نہ ختم ہو۔"

اور قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جس نے تمام دنیا کو تا قیامت ایک چیلنج دیا کہ اگر تو تم سمجھتے ہو کہ یہ کتاب اللہ نہیں تو ایسی ایک بھی آیت بنا کر لے آؤ۔ پہلے دس آیات کا حکم نازل ہوا لیکن عرب جیسا عقلمند معاشرہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا تو پھر نیا چیلنج آیا کہ دس نہیں تو ایک ہی آیت بنا کر لے آؤ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ- اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا، اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 23)۔

علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف "لفظ اللہ کی تحقیق" میں لکھتے ہیں:۔

"بہرِ حال صاحبِ مختصر المعانی کے نزدیک قول مختار و راجح ہے کہ سببِ اعجازِ قرآن فصاحتِ لفظی و بلاغتِ معنوی ہے، کیونکہ عرب کو اصحابِ فصاحت و اربابِ بلاغت اور رؤسائے بیان و مقتدر علی اللّسان ہونے کے باوجود جس چیز نے قرآنِ پاک کے معارضے سے عاجز و حیران کر دیا وہ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کا ایجاز ہے۔ چنانچہ جس وقت ایک اعرابی نے آیت فاصدع بِمَا تؤمرُ وَأعرِض عن الجاهلين سنی تو فوراً سر بسجدہ ہو گیا اور پکار اُٹھا کہ مجھے اس کلام کی فصاحت نے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا۔ امامِ اصمعیؒ نے جب ایک عربی کنیز سے فصیح کلام (اشعار) سُن کر اظہارِ تعجب کیا تو اس نے جواب دیا کہ کیا قرآنِ پاک کی آیت "واوحينا الىٰ اُمّ موسىٰ ان ارضعيه" کے بعد بھی اس قسم کے کلامِ مخلوق کی فصاحت پر تعجب کیا جا سکتا ہے؟ جب اس کی ایک مختصر سی آیت میں کمالِ بلاغت موجود ہے۔ جس میں دو امر (ارضعيه ، القيه) دو نہی (لا تحافی ، ولا تحزنی) دو خبریں (اوحينا ، فاذاخفتِ) دو بشارتیں (**انّار آدوهُ** اور **جاعلوه من المرسلين**) جمع ہیں۔

قرآنِ مجید کے اسی سببِ اعجاز کی طرف اشارہ علّامہ تفتازانیؒ یوں فرماتے ہیں۔

بہٖ یعرف ان القرآن معجز لکونہ فی اعلیٰ مراتب البلاغۃ لاشتمالہٖ علی الدّقائق والاسرار الخارجۃ عن طوق البشر و ھذا وسیلۃ الیٰ تصدیق النبی علیہ السلام و ھو وسیلۃ الی الفوز بجمیع السعادات۔یعنی اس علمِ بلاغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن عاجز کرنے والا ہے کیونکہ وہ اعلیٰ مراتبِ بلاغت پر ہے اور ہو ایسے باریک نِکات اور رموز پر مشتمل ہے جو انسانی قدرت سے باہر ہیں اور یہ معرفتِ اعجازِ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کا وسیلہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق تمام دُنیوی اُخروی سعادتوں اور نیک بختیوں کا وسیلہ ہے۔

نظمِ قرآن اور اُس کی فصاحت وبلاغت کے مختصر بیان کے بعد اب نظمِ قرآن ہی سے یہاں ایک دو مثالیں دے کر بات سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا o واخرجت الارض اثقالھا o وقال الانسان مالھا o اِن آیات میں ایک بات کہی گئی مگر قافیہ کا حُسن دیکھئے کہ کس قدر سماعت کو لطف دے رہا ہے۔ان آیات میں زلزال اور اثقال دولفظ ہیں، زلزال بہ صورتِ مصدر لایا گیا ہے جبکہ اثقال ثقل کی جمع کی صورت میں لایا گیا، مگر دونوں کا قافیہ ایک ہے یعنی زلزالھا واثقالھا، اب آگے دیکھئے وقال الانسان مالھا۔اس میں ما الگ لفظ ہے جو ما استفہامیہ بمعنٰی استعظام یا استعجاب ہے اور لھا الگ ایک لفظ ہے جو لام حرفِ جار اور ھا ضمیر مجرور سے مل کر بنا ہے۔

اب جب آیات پڑھی جائیں گی تو زلزال،اثقال کے بعد مالھا بھی اُسی انداز میں پڑھا جائے گا۔اگرچہ زلزال ، اثقال کی طرح مالھا نہ مصدر ہے اور نہ کسی لفظ کی جمع ہے۔ مگر اِس لفظ کو اس خوبصورتی سے یہاں نگینے کی طرح جڑ دیا گیا ہے کہ فصحائے عرب انگشت بدندان ہو کر رہ گئے۔ان تینوں الفاظ میں زلزاء اثقاء اور ما قافیہ قرار پاتا ہے اور لھا ردیف کی جگہ استعمال ہو رہی ہے یوں تو قرآنِ مجید میں اس قسم کی ہزار مثالیں موجود ہیں، مگر یہاں مختصراً بات سمجھانے کی حد تک ایک دوسری مثال پیش کی جاتی ہے:

ان آیاتِ مبارکہ میں وما سوّٰھا تک تمام صیغے ماضی میں لائے گئے سوائے یغشٰی کے کیوں کہ یہ مضارع معلوم کا صیغہ ہے اور اُن کے بعد ھا ضمیر مؤنث کے بار بار استعمال نے کیا لطف پیدا کر دیا اور پھر ذرا قوافی کا انداز بدل کر فالھمھا فجورھا نے بیان کے کیا معجزانہ تیور دکھائے اور پھر آخر وتقوٰی ھا کے لفظ نے سابقہ چھ جملوں میں استعمال شدہ ماضی اور مضارع کے صیغوں کا دوبارہ وزن قائم کر کے قاری اور سامع کا محظوظ ہونا برقرار رکھا۔اگرچہ تقوٰی ہا میں لفظِ تقوٰی مصدری صورت میں واقع ہوا، مگر چوں کہ اس کا قافیہ بھی الف کا تھا اور ماضی کے سابقہ تمام صیغوں کا قافیہ بھی الف مقصورہ آ رہا تھا اس لیے ماضی مضارع اور مصدر صوتی آہنگ میں مربوط ہونے کے سبب برابر کا لطف دے رہا ہے۔اگرچہ قرآنِ مجید میں ایسی صورتیں جہاں بھی آتی ہیں اُن کو سجع بندی یا قافیہ وردیف سے تعبیر نہیں کرتے تاکہ قرآنِ پاک کو شاعرانہ کلام یا محض شاعری نہ کہا جا سکے بلکہ اس طرح کی صورت قرآنِ پاک میں واقع ہو تو اس کو فاصلہ کہتے ہیں جس کی جمع فواصل آتی ہے۔جیسا کہ مذکورہ سورۃ میں یا سورۃ الضحٰی وغیرہ میں ہے۔

والشمس و ضحٰھاo والقمر اذا تلٰھاo والنھار اذا جلّٰھاo

والیل اذا یغشٰھاo والسّمآء و ما بنٰھاo والارض وما طحٰھاo

ونفس وّما سوّٰىها o فالـهمها فجورها و تقوٰىها---الخ

لیکن ہم نے فقط سمجھانے کے لیے مغلق اصطلاح کے بجائے عام فہم الفاظ قافیہ وردیف کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ ان دو مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ نظم ہو یا نثر قافیہ اور ردیف جہاں بھی پائے جائیں سماعتوں کو محظوظ کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔

اس کے بعد ہم ایک مثال حضور اکی حدیث شریف سے دینا چاہتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ اپوری کائنات میں افصح العرب والعجم اور استاذِ کُل ہیں۔

ایک مرتبہ بارش کی دعامیں فرمایا۔ اللّٰھم حوالینا لا علینا ، بل علٰی اٰکام الجبال والا ودیة اس مبارک جملے میں آپ نے دیکھا کہ فصاحت وبلاغت اور لسانی لوازم ومحاسن کو کس نقطہء کمال پر لا کر بیانِ مدعا کیا گیا۔ حوالینا اور لا علینا کے معجزانہ جملے پر تو فصحائے مشرکین بھی سر دُھنتے ہوں گے۔

بعض تنگ نظر ملاحدہ نے قرآنِ مجید کی آیات میں تضاد ثابت کرنا چاہا، مگر ہمارے ذہین وفطین اہلِ علم نے اُن کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ پھر اُن کا قلم سنجیدگی سے اس موضوع پر نہ اُٹھ سکا۔ دوسرے اعتراضات کے علاوہ اُن کا یہ اعتراض بھی تھا کہ نعوذ باللہ آیات میں محض عبارت آرائی اور قافیہ پیمائی سے کام لیا گیا، حالانکہ وہی بات سادہ اور غیر مقّفٰی عبارت میں بھی کہی جاسکتی تھی، مگر اُن کے یہ سارے اعتراضات بے معنٰی اور لغو ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ بات کرنے کا ڈھنگ کیا ہوتا ہے۔ فصاحت کے کیا معنٰی ہیں اور بلاغت کسے کہتے ہیں اگر اُن کو عربی زبان کا کچھ بھی علم ہوتا اور الفاظ سے محظوظ ہونے کی ذرّہ بھر صلاحیت رکھتے تو اس قسم کے بے ہودہ اور کھوکھلے اعتراضات نہ کرتے۔ مگر اسلام دشمنی کی دبیز پٹّیاں جب آنکھوں پر چڑھ چکی ہوں تو پھر قرآنِ مجید جیسا کلام موجز و معجز بھی محض قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی ہی نظر آتا ہے۔ قرآنِ مجید نے اِسی لیے اُس دور کے فصحائے عرب کو جو غیر مسلم تھے۔ فأتوا بسورة من مّثلہٖ کے الفاظ سے میدانِ بیان میں اترنے کا چیلنج دیا تھا۔ مگر آج تک تنگ نظر حاسدین اور اسلام دُشمن عناصر قرآنی اسلوبِ بیان کے مقابلے میں محض باتیں ہی بنا سکے، کوئی آیت جواباً پیش نہ کر سکے۔۔۔۔"

عرب اتنے عقلمند تھے کہ وہ کسی چیز کو لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ کیا ہم اتنے ہی نالائق ہیں کہ ہمیں کچھ بھول جائے گا؟ اور ان کی شاعری کا یہ عالم تھا کہ ان کے بچے بھی فوراً شعر بنا کر کہہ دیتے۔ اتنے زبردست معاشرے کو جب ایک آیت کا چیلنج آیا تو عرب کے عظیم ترین شاعروں میں سے ایک شاعر نے ایک آیت بنائی اور اسے خانہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف ایک آیت وحی کی اور فرمایا کہ اسے لکھوا کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لگوا دیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسا ہی کیا۔ جب وہی شاعر حرم کعبہ میں داخل ہوا اور وہ آیت پڑھی تو اُس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: ماہذا کلام البشر۔ نہیں یہ بشر کا کلام۔

اِسی طرح حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فوراً بعد حضرت ابو بکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں بھی کچھ جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حدیث بھی اس بات کی پیشن گوئی کرتی ہے اور دیگر بے شمار احادیث سے بھی یہ ثابت

ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آخری نبی ہیں (لا نبی بعدی) ۔ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا میری اُمت میں تیس (30) کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیّین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(ابو داؤد 'کتاب الفتن')۔

مسلم شریف میں بھی ایک حدیث اسی طرح کی ہے جس کا مفہوم ہے کہ قیامت تب تک نہ آئے گی جب تک کہ تیس کذّاب دجّال نہ آ جائیں اور ان میں سے ہر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا۔

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فوراًبعد یمن سے اسود انسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ قبیلہ انس کا سردار تھا۔ اس نے پڑوسی سرداروں کے ساتھ مل کر کافی بھاری فوج اکٹھی کی اور اسلام کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اور اسے مسلمانوں سے شکست ہوئی اور قتل کر دیا گیا۔ چونکہ وہ بدصورت تھا اور اپنی بدصورتی کو چھوپانے کے لیے نقاب پہنتا تھا اس وجہ سے اسے نقاب پوش نبی بھی کہتے ہیں۔

ایک اور کذاب دجال نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا جس کا نام طُلیحہ تھا۔ اس کا تعلق عرب کے شمالی علاقے میں ایک قبیلہ بنو اسد سے تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا وصال ہو گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی میں کوئی بھی فوج اس کے لیے روانہ نہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بعد میں طُلیحہ بھی مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کی فوج میں داخل ہو گیا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں جنگوں میں بھی حصہ لیا۔

عرب میں سے ایک سُجّاح نامی دل کش عیسائی عورت تھی۔ اُس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضو راکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وصال کے فوراًبعد جب اس کو مُسیلمہ اور طُلیحہ کے اعلانِ نبوت کے بارے میں پتا چلا تو اس نے بھی اعلانِ نبوت کر دیا۔ اس کا تعلق بنی تمیم سے تھا۔ مُسیلمہ نے سُجّاح کو یمامہ میں دعوت دی اور فیصلہ کیا کہ فوجیں ملالیں۔ سجّا ح نے مُسیلمہ کذّاب سے شادی کر لی۔ سُجّاح تین دن رکنے کے بعد واپس عراق چلی گئی اور جب مسلمانوں نے عراق فتح کیا تو اس نے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

عرب کے ایک قبلیہ بنو حنیفہ سے ایک مُسیلمہ بن حبیب نامی کذاب (جس کا ذکر اوپر بھی سُجّاح کے ساتھ آ چکا ہے) نبوت کا مدعی ہوا۔ یہ اسلام کا سب سے خطرناک دشمن تھا۔ اس نے نمازوں میں کمی کر دی اور اپنے ماننے والوں کو روزہ اور زکوٰۃ سے فارغ کر دیا اور شراب اور شہوت کو حلال قرار دے دیا۔ اس نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خط بھیجا جب میں لکھا تھا اور درخواست کی تھی کہ جزیرۂ عرب کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے جس میں سے آدھا مسلمانوں کے لیے ہو اور آدھا مُسیلمہ اور اس کے امتیوں کے لیے ہو۔ خط کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"مسیلمہ رسول اللہ (معاذ اللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے۔ اب زمین کو آدھی میری کر دیں اور آدھی آپ کی۔"

نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اس سے کذاب کے نام سے خطاب کیا اور کہا کہ ساری زمین خدا کی ہے اور اُس نے اِس کی حکومت ان لوگوں کو دی ہے جسے اُس نے چاہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے واپس جانے والے خط کے کچھ الفاظ درج ذیل ہیں:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے مسیلمہ الکذاب کے لیے۔ زمین خدا کی ہے۔۔۔"

حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں مُسیلمہ کے پاس پہلا لشکر ابو جہل کے بیٹے حضرت اکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا جسے بری طرح سے شکست ہوئی۔ پھر انہوں نے دوسرا لشکر حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں 12 ہجری میں بھیجا۔ اور مُسیلمہ کی فوج میں اُس وقت چالیس ہزار آدمی موجود تھے۔

مُسیلمہ سے جب لڑائی کرنے حضرت خالد بن ولیدؓ گئے تو اُس کذاب کے اُمتی پہنچے اور کہا کہ اے اللہ کے نبی (معاذ اللہ) کچھ وحی آ رہی ہے؟ اُس نے کپڑا اوڑا اور جھر جھری آئی۔ کپڑا اُٹھا کے کہا کہ ثابت قدم رہو۔ جب حضرت زید ابن خطابؓ نے پھاٹک کھول دیا اور فوج اندر آ گئی تو اُس کے اُمتیوں نے پھر پوچھا۔ پھر اُسی طرح کپڑا اوڑا اور جھر جھری آئی۔ کپڑا اُٹھا کر کہا بھاگو اور اپنی جانیں بچاؤ۔

اُس وقت حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے اُسی نیزے سے جس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اُسی انداز میں جس طرح حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اُس کا قتل کر دیا اور کہا : "ایک دن اُحد کے میدان میں میں نے دنیا کے سب سے اچھے انسان (حضرت امیر حمزہؓ) کا قتل کیا تھا اور آج میں نے دنیا کے سب سے بُرے شخص کا قتل کیا ہے۔" اور خود بھی شہید ہو گئے۔

مُسیلمہ کذّاب سے جب جنگ جیت کر حضرت خالد بن ولیدؓ صدیقِ اکبرؓ کے پاس آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ اُس جھوٹے نبی کا کوئی ایک نمونہ تو پیش کرو اُس کے الہام کا۔ خالد بن ولیدؓ نے سنایا۔ "اے مینڈک! تو کتنا اچھا مینڈک ہے۔ جب تو پانی میں بیٹھتا ہے۔ نہ تو کسی کو ستاتا ہے۔ نہ تجھے کوئی ستاتا ہے۔"

آج تک بڑے شاعروں نے اور بڑے دانشوروں نے اس کتاب اللہ 'قرآنِ کریم' کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ ڈینمارک سے ایک کتاب چھپی جس کا نام فرقان الحق رکھا گیا۔ جس کی عربی بنائی اور انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس کی 77 سورتیں ہیں۔ لیکن آج تک کوئی بھی قرآن کے چیلنج من مثلہ کو نہ پورا کر سکا۔

ابھی تک ہم نے دیکھا کہ قرآن کتنی عظیم کتابِ ناطق ہے کہ جس میں ہر چیز موجود ہے۔ اب قرآن کے ترجموں کی طرف چلتے ہیں۔ ایک دور تھا کہ علماء کرام قرآن کا ترجمہ کرنے سے سخت منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر آدمی اِس میں اپنا مقصد بیان کرے گا اور قرآن کے ساتھ زیادتی کرے گا۔ اگر کوئی قرآن کا مطلب جاننا چاہتا ہے تو پہلے عربی کا علم حاصل کرے اور پھر پڑھے۔ زیادہ دور نہیں کہ ایک سندھی عالم نے 270 ہجری میں قرآن کا پہلا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ کچھ جگہ یہ پڑھنے کو بھی ملا کہ قرآن کا پہلا ترجمہ لاطینی زبام میں ہوا۔ اور قرآن کا روسی زبان میں ترجمہ جمال الدین افغانی کی کوششوں سے کیا گیا۔ قرآن مجید کا سپینی زبان میں ترجمہ الفاسو نے 1844 عیسوی میں کروایا۔

جب اُردو کا دور شروع ہوا تو 1131 میں قاضی معظم سمبھلی نے قرآن کا اُردو زبان میں سب سے پہلے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ آج بھی بھوپال میں نور الحسن بھوپالی کے بڑے مشہور کتب خانہ میں موجود ہے۔

1150ھ میں ایک اُردو ترجمہ لکھا گیا۔ حیدر آباد میں دکن میں ایک بہت بڑی لائبریری ہے جس کا نام انڈین لائبریری (INDIAN LIBRARY) ہے۔ نظامِ دکن کے دور میں اس کو کتب خانہ آصفیہ کہتے تھے۔ وہاں اس ترجمے کا قلمی نسخہ حیدر آباد، دکن، کی زبان میں موجود ہے، جو کہ عام اُردو سے تھوڑی سی مختلف ہے۔ اس کا پہلا صفحہ پھٹ گیا ہے جس کی وجہ سے مترجم کا نام نہیں پتا لگ سکا۔

جب اُردو تھوڑی بہتر ہوئی تو 1190ھ یعنی 1776ئ میں حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ نے دہلی سے سب سے پہلا تحت اللفظ ترجمہ کیا۔ چونکہ عربی لفظ کے نیچے اس کا اُردو ترجمہ تھا اس وجہ سے یہ ترجمہ عموماً مناظروں میں استعمال ہوتا۔ اس کے 15 سال بعد 1205ھ میں ان کے بھائی شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے اور آسان زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ شاہ ولی اللہؒ کے بیٹوں کے دور کا آخری اُردو ترجمہ تھا۔

اپریل 1970ئ تک برّصغیر میں اُردو کے 257 مکمل ترجمے ہو چکے تھے اور 436 نامکمل ترجمے ہو چکے تھے۔ یعنی 1970 تک برصغیر میں اُردو ترجموں کی تعداد 693 تک پہنچ گئی۔ اور اب تک 700 سے اوپر ہیں۔

امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت، الشاہ احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کو صدر شریعت، حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ)، مصنف بہارِ شریعت، نے کہا کہ اُردو میں کافی ترجمے آچکے ہیں۔ آپ ایک آسان اور جامع ترجمہ لکھیں کہ لوگوں کو رہنمائی ملے۔ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا کہ ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کا معمول اگر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) صرف دو سے تین گھنٹے سوتے تھے اور باقی سارا وقت نماز، اوراد او ر فتاویٰ نویسی میں گزر جاتا مولانا اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بہت اسرار کے بعد اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے میرے پاس تھوڑا سا وقت ہوتا تو آپ روزانہ کاغذ، قلم لے کر تیار رہا کریں اور میں آجایا کروں گا۔ جن لوگوں کے سامنے یہ ترجمہ ہوا وہ کہتے ہیں کہ مولانا اعظمیؒ کاغذ اور قلم لے کر تیار رہتے اور اعلیحضرتؒ دو منٹ میں ایک رکوع کا ترجمہ کر دیتے اور مولانا اعظمیؒ فوراً اسے لکھ لیتے۔ اسی طرح کبھی پانچ منٹ تو کبھی دم منٹ مل جاتے۔ کبھی دو رکوع کا کبھی پانچ کا کبھی آدھے رکوع کا ترجمہ ہوتا تو کبھی ترجمہ ہوتا ہی نہیں تھا۔

مولانا امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جو ترجمہ اعلیٰ حضرتؒ دو منٹ میں کرتے جب میں اس کو کتب خانہ میں جا کر دو، تین گھنٹے لگا کر دوسری کتب کی روشنی میں دیکھتا تو نتیجہ وہی نکلتا جو اعلیٰ حضرتؒ نے دو منٹ میں لکھوا دیا ہوتا۔

اسی طرح ایک وقت آیا کہ قرآن کا ترجمہ مکمل ہو گیا اور اس کا نام کنز الایمان رکھا گیا۔ پھر وہ ترجمہ صدر الافاضل، مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) سے مانگ کر مراد آباد لے گئے۔ پھر اس پر اپنی تفسیر اور ہاشیہ لکھا اور چھاپ دیا۔ سب سے پہلا کنز الایمان کا ترجمہ مراد آباد سے صدر الافاضل (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاشیئے کے ساتھ چھپا۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس ترجمے میں کیا خاص بات ہے کہ یہ ترجمہ دیگر تراجم سے منفرد ہے؟

(سورۃ یوسف، آیت 8۔) (شیخ الہند، محمود الحسن صاحب) البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے۔

(ابو الاعلیٰ، مودودی صاحب) سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے۔

(اشرف علی تھانوی) واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں۔

(فتح محمد جالندھری) کچھ شک نہیں، ابا صریح غلطی پر ہیں۔

(سلیم الدین شمسی) واقعی ہمارے والد صریح خطا پر ہیں۔

(عبد الماجد دریابادی) بیشک ہمارے باپ تو بالکل ہی بہک گئے۔

(عبد الستار دہلوی اہلحدیث) باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کے ہے۔

کیا نبی کے بیٹے اپنے باپ کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو غلطی پر ہے؟ نبی تو معصوم ہوتے ہیں۔ اب اعلیٰ حضرتؒ کا ترجمہ دیکھیں کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے ان سے کیا کہا۔ قرآن میں آپ دیکھیں کہ حضرت یعقوبؑ زیادہ پیار حضرت یوسفؑ سے کرتے تھے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(سورۃ یوسف، آیت 110) (شیخ الہند، محمود الحسن) یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا جس کو ہم نے چاہا۔

(ابو الاعلیٰ مودودی) پیغمبروں کو پہنچ گئی پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا وعدہ یہ ہے کہ ہم جسے چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں۔

(فتح محمد جالندھری) یہاں تک کے کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اُس میں وہ سچے نہیں نکلے۔

(سلیم الدین شمسی) یہاں تک کے کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور خیال کرنے لگے اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں وہ سچے نہیں نکلے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔

یہاں ظَنُّوْٓا کا فاعل انبیاء نہیں ہیں۔ اس کا فاعل عوام ہے۔ لیکن بڑے سے بڑے عالموں نے یہی غلطی کی کہ اس کا فاعل انبیاء کو سمجھا اور ترجمہ غلط کر دیا۔ نبی تو یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کا ترجمہ وہ پہلا اُردو کا ترجمہ ہے کہ جو غلطیوں سے پاک ہے۔ ابھی ماضی میں ہی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بھی ایک ترجمہ لکھا جس کا نام عرفان القرآن ہے۔ مگر وہ ایک تفسیری ترجمہ ہے جبکہ کنز الایمان ایک مختصر اور جامع ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی محنت کہ انہوں نے قرآن کا سائنسی ترجمہ کیا اور جن جگہوں پر ترجمہ دوسرے تراجم سے اختلاف کرتا وہاں حوالہ دے دیا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ کنز الایمان ہی وہ پہلا ترجمہ ہے جو کہ بالکل صحیح اور اہل سنت کے عقائد کی تصدیق کرتا ہے۔

(سورۃ الانبیاء، آیت 87) (شیخ الہند، محمود الحسن) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصے ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نا پکڑ سکیں گے اس کو۔

کسی نے ترجمہ کیا: اللہ کے نبی نے یہ گمان کیا کہ ہم اس کو پکڑ نہیں سکیں گے۔

کسی نے ترجمہ کیا: ہم اس کے پکڑنے پر قدرت نہیں رکھتے

کسی نے ترجمہ کیا: اور ذوالنون کو دیکھو مچھلی والے کو جب وہ چلا غصے بھرا گمان کیا کہ ہم اس کے پکڑنے پر قادر نہیں۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور ذوالنون کو یاد کرو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے۔

کیا حضرت یونس (علیہ السلام) جو اللہ کے نبی تھے وہ یہ گمان کر سکتے تھے کہ اللہ انہیں نہیں پکڑ سکتا؟ ہر گز نہیں! کیوں کہ نبی کا تو مطلب ہی غیب کہ خبریں دینے والا اور نبی معصوم ہوتے ہیں اور گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ترجمہ کیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے

اگر یہ ترجمہ کوئی عورت پڑھے تو کیا پڑھے؟ اگر تو وہ کہے شروع کرتی ہوں تو وہ ترجمہ اس کا اپنا ہو جائے گا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اتنا جامع ہے کہ میرے خیال میں اگر قرآن میں ہر چیز کا علم موجود ہے تو کنز الایمان اور قرآن میں کوئی فرق نہیں اور کنز الایمان میں بھی وہ جامع الفاظ

استعمال ہوئے ہیں جس سے قرآن کے ایک ایک نقطے کا اُردو ترجمہ ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا۔ اب یہ ترجمہ عورت بھی پڑھے اور مرد بھی پڑھے۔ اور شاید یہ بسم اللہ کا پہلا ایسا ترجمہ ہے۔

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ (سورۃ الضحیٰ، آیت 7)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکتا ہوا۔ پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور پایا تجھ کو راہ بُھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

دریافت ترا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس رہ نمود۔ (شاہ ولی اللہؒ)

اور آپ کو بے خبر پایا، سو رستہ بتایا۔ (عبد الماجد دریابادی)

اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو کیا (تمہیں) ہدایت (نہیں) کی؟ (مرزا حیرت دہلوی)

اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور تمہیں اپنی محبت میں خود یافتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

تمام مترجمین کرام نے ضَآلاً کا ترجمہ بھٹکا ہوا، گمراہ وغیرہ کیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں سورۃ النجم میں آیت نمبر 2 میں فرماتا ہے۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی۔ آپ کے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَکَ ا اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (سورۃ الفتح، آیت 1-2)

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبد القادرؒ)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہو۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

ہر آئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہِ تو د آنچہ پس ماند۔ (شاہ ولی اللہؒ)

بے شک ہم نے آپ کو کُھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبد الماجد دریابادی)

اے اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی۔ در حقیقت ہم نے تمہاری طرف کھلم کُھلا فتح دی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔(اشرف علی تھانوی)

بے شک اے نبی ہم نے تمہیں ایک فتح ظاہر عنایت کی اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے۔

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

"Surely we have given thee (you) a manifest victory, that God may forgive thee (you) The former and the latters sins." (A. J. Arberry).

(1) Lo! We have given thee (O Muhammad) a signal victory,

(2) That Allah may forgive thee of that sin, that which is past and that which is to come." (Marmaduke Pickthall).

(Ala Hazrat Imam Ahmad Raza Khan Barelvi, Kanz-ul-Iman in English):

1. Undoubtedly, We have granted you a clear victory.

2. That Allah may forgive the sins of your farmers and of your lathers on account of you and may complete His favours upon you and may show you straight path.

ان تمام تراجم سے تو یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جو کہ سید الانبیاء ہیں، گنہگار ہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ جبکہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ صدر الشریعۃ حضرت علامہ مفتی حکیم ابو الاعلیٰ محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تصنیف بہارِ شریعت کے حصہ اول 'اسلامی عقائد' میں باب نمبر 3 'عقائدِ متعلّقہ نبوت' میں عصمتِ انبیاء میں عقیدہ نمبر 7 میں لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہ باصفات ذمیمہ نیز ایسے افعال سے جو وجوہات اور مروّت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمداً صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (اصول بزدوی، ص 167) سوائے اعلیٰ حضرت کے، سارے مترجموں نے سید الانبیاء کو گنہگار بنادیا۔ تو پھر اعلیٰ حضرت کا ہی ایک ایسا ترجمہ ہے جو کہ قرآن کی ہر آیت کا صحیح صحیح اور جامع ترجمہ ہے۔

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ ط (سورۃ شوریٰ، آیت 24)

ترجمہ: پس اگر خواہد خدا مُہر بر دل تو (شاہ ولی اللہؒ)

پس اگر چاہتا اللہ مُہر کر دے تیرے دل پر (شاہ رفیع الدینؒ)

سو اگر چاہے مُہر کر دے تیرے دل پر (شاہ عبد القادرؒ)

سو اگر اللہ چاہے تو آپکے قلب پر مُہر لگا دے (عبد الماجد دریابادی)

سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (اشرف علی تھانوی)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل اپنی رحمت و حفاظت کی مُہر لگا دے۔

سوائے اعلیٰحضرت بریلویؒ کے تمام ترجموں سے پڑھنے والا یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دلِ اطہر پر مُہر لگانے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر چھوڑ دیا ورنہ مہر لگا دیتا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ہونا کوئی غیر معمولی اور بڑی بات نہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ بھلا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے اور وہ بھی جس پر نبوت کا خاتمہ ہو منتخب کرے اور پھر خود ہی اس کو بار بار سرزنش کرے کیونکر ہو سکتا ہے؟

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ۔
(سورۃ الاحزاب، آیت 37)

ترجمہ: اور جس وقت کہ کہتا تھا تو واسطے اس شخص کے کہ نعمت رکھی ہے اللہ نے اوپر اس کے اور نعمت رکھی ہے تو نے اوپر اس کے تھام رکھ اوپر اور اپنے بی بی اپنی کو اور ڈر خدا سے اور چھپاتا تھا تو بیچ جی اپنے کے جو کچھ کہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے اس کا اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے اور اللہ بہت لائق ہے اس کا کہ ڈرے تو اس سے۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو۔ (شیخ الہند، محمود الحسن)

اے نبی یاد کرو وہ موقع جب تم اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے رُاس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اُسے کا زیادہ حقدار ہے۔ (ابو الاعلیٰ مودودی)

اور جب تم اُس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

اور جب فرماتے تھے آپ واسطے اُس کے کہ انعام فرمایا اللہ نے پر جس اور انعام کیا آپ نے پر اُس روک رکھو تو اوپر اپنے بیوی اپنی کو اور ڈر تو اللہ سے اور چھپاتے تھے آپ میں دل اپنے وہ بات جو کہ اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اُس کو اور خوف رکھتے تھے آپ لوگوں سے اور اللہ زیا دہ حق دار ہے۔ (مفتی محمد رضا المصطفیٰ)

اور اے نبی اس وقت کو یاد کریں جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے عنایت کی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو روکے رکھے اور اللہ سے ڈرے اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا آپ اس معاملے میں لوگو ں سے ڈر رہے تھے حالاں کہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ (محمد رفیق چوہدری)

اور یاد کیجئے جب آپ نے فرمایا اُس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی احسان فرمایا اپنی بی بی کو زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے جی میں وہ بات جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے طعن و شبیہ کا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے۔ (پیر کرم شاہ صاحبؒ)

اور (اے حبیب!) یاد کیجئے جب آپ نے اس شخص سے فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا تھا اور اس پر آپ نے (بھی) اِنعام فرمایا تھا کہ تُو اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں روکے رکھ اور اللہ سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ بات ☆ پوشیدہ رکھ رہے تھے جِسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں حیاءً) لوگوں (کی طعنہ زنی) کا خوف رکھتے تھے۔ (اے حبیب! لوگوں کو خاطر میں لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی) اور فقط اللہ ہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کا خوف رکھیں (اور وہ آپ سے بڑھ کر کس میں ہے؟)۔

☆: (کہ زینب کی تمہارے ساتھ مصالحت نہ ہو سکے گی اور منشاء ایزدی کے تحت وہ طلاق کے بعد ازواجِ مطہرات میں داخل ہوں گی)۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور اے محبوب! یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اُس کا خوف رکھو۔

سوائے اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے صرف پیر کرم شاہ صاحبؒ نے بھی ایسا ترجمہ کیا۔ باقی سب نے لکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لوگوں کا خوف یا لوگوں کا ڈر تھا۔ پیر کرم شاہ صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو طعنہ کو اند یشہ تھا۔ اولیاء اگر

انبیاء سے کم رتبے پر ہیں اور اُن کے لیے قرآنِ کریم میں ارشاد ہے الآ ان اولیاءاللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ کہ انہیں کوئی خوف اور ڈر نہیں تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ انبیاء اور وہ بھی سیّد الانبیاء کو کسی چیز کا خوف ہو؟

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُم بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ ا اللهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ- (سورۃ البقرۃ، آیت 120)

ترجمہ: اور کبھی چلا تو ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اور البتہ اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کے پیچھے اس چیز کے آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ مددگار۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

اگر پیروی کردی آرزوئے باطل ایشاں را پس آنچہ آمدہ است بتو از دانش نہ باشد ترا برائے اخلاص از عذاب خدا ہیچ دوستی و نہ یارے دہند۔ (شاہ ولی اللہؒ)

اور اگر آپ بعد اس کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے انکی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہو گا نہ مددگار۔ (عبد الماجد دریابادی)

اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے۔ ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا یار نکلے نہ مددگار۔ (اشرف علی تھانوی)

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ، کنز الایمان) اور (اے سننے والے کے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آ چکا تو اللہ سے کوئی رتیرا بچانے والا ہو گا اور نہ مددگار۔

سوائے اعلیٰحضرت بریلویؒ کے ان تمام ترجموں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات پر زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان کی پیروی کرو گے (نعوذ باللہ) لہٰذا اگر ایسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ پکڑیں گے کہ کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ بھلا بتایئے یہ کیا بات ہوئی حالانکہ تفسیر خازن (جلد اوّل، ص: 87) میں ہے کہ اِنّہ□ خطاب لنّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمراد بہ امتہ یہ خطاب

تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے لیکن اس سے مراد اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلمہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو ان حضرات کو ترجموں میں یہ بات واضح کرنی چاہیے تھی کہ نہ ایسا ترجمہ کرتے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقنیص ہوئی ہو۔ اعلیٰحضر ت بریلویؒ نے اس لفظ کے ترجمے میں یہ کمال کیا کہ ترجمہ وہ کر دیا جو منشائے مولیٰ اور تقاضائے اَدب تھا۔ میرے خیال میں اس سے مختصر اور جامع ترجمہ آج تک کسی سے نہیں بن سکا۔ جو تراجم منشائے مولیٰ سے خالی اور گستاخی سے بھرے ہوتے ہیں کافروں کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اور جو کوئی منشائے مولیٰ کے خلاف ترجمہ کر کے قرآن کے ساتھ زیادتی کرے اور عدل وانصاف نہ کرے تو اس کے لیے خسارے کے علاوہ قرآن میں کچھ بھی نہیں۔

ہم میں سے اکثر لوگ شادی بیاہ پر یا ویسے ہی کسی تقریب پر قرآنِ کریم بمع ترجمہ تحفے کے طور پر دینا پسند کرتے ہیں۔ تو میری ان لو گوں سے گزارش ہے کہ ہمیشہ کنزالایمان کا ترجمہ ہی تحفے میں دیں اور خود بھی وہی ترجمہ پڑھیں تا کہ ہمیں قرآن کا اصل مطلب و مقصد پتا چل سکے اور ہم گستاخی سے بچ سکیں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔